339 | جولائی ۲۰۱۰ء

مُدیرِ اعلیٰ
حافظ عبد الرحمن مدنی
حفظہ اللہ

مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ملّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

مُحدّث

- ۱۱ توہینِ رسالت کے خلاف ردّ عمل کیسے موٴثر ہو؟
- ۴۲ ڈاکٹر طاہر القادری اور موضوع روایات.
- ۵۶ عیسائیوں کا تیار کردہ جعلی قرآن

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

مجلس التحقیق الاسلامی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِ سالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

مِلّتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ مُحدّث لاہور پاکستان

مُدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
Only For SMS
0333-4213525

مُدیرِ اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

جلد۴۲/شمارہ ۷ —— رجب المرجب ۱۴۳۱ھ —— جولائی ۲۰۱۰ء

فہرست مضامین

فکر و نظر

قادیانیوں کا 'مسلمان' کہلانے پر اصرار! — محمد عطاء اللہ صدیقی — ۲

عالمِ اسلام اور مغرب

توہین رسالت کے خلاف ردّعمل کیسے موٴثر ہو؟ — ڈاکٹر محمد امین — ۱۱

حدیث وسنت

پردہ؛ احادیث کی روشنی میں — حافظ محمد زبیر تیمی — ۲۲

ڈاکٹر طاہر القادری اور موضوع روایات... — حافظ زبیر علی زئی — ۳۷

نقد ونظر

کیا دینی مدارس کو بند کر دیا جائے؟ — محمد عطاء اللہ صدیقی — ۴۹

عیسائیت اور اسلام

عیسائیوں کا تیار کردہ جعلی قرآن — محمد سعید شیخ — ۵۶

برصغیر میں اوّلین معمارِ کلیسا کون؟ — ڈاکٹر ساجد اسد اللہ — ۶۷

مدیر معاون
کامران طاہر
0302 4424736

زرِ سالانہ
=/۲۰۰ روپے
فی شمارہ =/۲۰ روپے

بیرونِ ملک
زرِ سالانہ =/۲۰ ڈالر
فی شمارہ =/۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984-8
UBL- Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

☎ : 5866476
5866396
5839404

Email:
hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

مُحدّث کتاب و سُنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

قادیانیوں کا 'مسلمان' کہلانے پر اصرار!

قادیانی جماعت کی سپریم کونسل کے ڈائریکٹر مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ہے کہ ہم قرآن کو آخری کتاب اور رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں اور قرآن و حدیث پر عمل کو اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن ۱۹۷۴ء میں نام نہاد پارلیمنٹ اور نام نہاد صدر نے ہمیں آئینی طور پر غیر مسلم قرار دے کر بڑی زیادتی کی۔ بھٹو نے ہمیں غیر مسلم قرار دیا جبکہ ضیاء الحق نے ۱۹۸۴ء میں پابندی لگا کر اسے عروج تک پہنچا دیا۔ گڑھی شاہو کی عبادت گاہ میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ

''کوئی مانے، نہ مانے، ہمیں مسلمان کہلانے کا حق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور یہ حق ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ تمام احمدی محبِّ وطن ہیں اور اُنہوں نے پاکستان کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ دوسری طرف کلمہ طیبہ پڑھنے اور السلام علیکم کہنے پر ہمیں سالوں کی سزائیں سنائی گئیں۔ مرزا غلام احمد نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنی مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے، اذان دینے نہیں دی جاتی۔ حتیٰ کہ قرآنِ مجید کی آیات تک لکھنے کی اجازت نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم اقلیت نہیں بلکہ مسلمان ہیں اور حضرت محمد ﷺ کے غلام ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ وہ ہم سے یہ حق چھین سکے۔'' (نوائے وقت: ۳۱ مئی ۲۰۱۰ء)

نوائے وقت نے بجا طور پر قادیانی جماعت کے ڈائریکٹر کے اس بیان کو 'عجیب وغریب دعویٰ' قرار دیا ہے۔ یہ بیان ایک آئینہ ہے جس میں قادیانیوں کی حقیقی سوچ کا واضح عکس دیکھا جاسکتا ہے۔ قادیانی کی اقلیت کی یہی وہ سوچ ہے جس نے پاکستان میں ان کے لیے مسائل پیدا کئے ہیں اور وہ پاکستانی معاشرے میں ابھی تک اپنے آپ کو ایڈجسٹ نہیں کر سکے۔ ان کی اس غلط اور غیر حقیقت پسندانہ سوچ نے پاکستان کے مسلمانوں اور حکومت کو بھی شدید آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔ جب تک وہ اس سوچ کو نہیں بدلتے، موجودہ صورتِ حال میں تبدیلی کی

www.KitaboSunnat.com

توقع نہیں کی جاسکتی۔اس صورت حال کے پیدا ہونے میں زیادہ تر کردار قادیانیوں نے ادا کیا ہے،لیکن وہ ہمیشہ سے مسلمانوں کو الزام دیتے آئے ہیں کہ وہ ان پر بہت ظلم کررہے ہیں۔

ایں ہمہ آوردۂ تست

۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا تھا، قادیانی اسے 'بڑی زیادتی' سمجھتے ہیں۔ ہماری رائے میں اس فیصلے کو 'زیادتی' قرار دینا ہی سب سے بڑی زیادتی ہے۔ قادیانی ملت کے بانی مرزا غلام احمد کی تحریریں، کتابیں، اِلہامات، بیانات، اِلزامات اور دعوے اور پھر اُس کے نام نہاد خلفا کے عقائد و بیانات اگر جعلی اور خود ساختہ نہیں ہیں، تو پھر تو قادیانیوں کو 'مسلمان' سمجھنے والوں کو اپنے آپ کو 'غیر مسلم' قرار دیئے بغیر چارہ نہیں تھا۔ یا تو قادیانی 'مسلمان' ہیں یا پھر وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت پر یقین نہیں رکھتے، وہ مسلمان ہیں۔ یہ دونوں بیک وقت مسلمان نہیں ہوسکتے۔ آخر دنیا کی کون سی منطق اور عقلی دلیل ہے جو اسلام کی اصل تعلیمات اور قرآن وسنت پر ایمان رکھنے والے اربوں مسلمانوں کو محض اس بنا پر 'غیر مسلم' قرار دے کہ وہ ایک جھوٹی نبوت کے دعویدار کے دعوؤں کو جھٹلاتے ہیں۔ کیا یورپ کے عیسائیوں نے نئے فرقے 'ہارمن' کے اس دعوے کو تسلیم کرلیا تھا کہ ''جوزف سمتھ کو بھی نبی ماننے والے تو حق پر ہیں اور صحیح معنوں میں عیسائی ہیں، مگر رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ سچے عیسائی نہیں ہیں کیونکہ وہ جوزف سمتھ کو نبی نہیں مانتے، نہ ہی اس کی تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں۔''

پریس کانفرنس میں عجیب وغریب دعوے کرنے والے قادیانی جماعت کے ڈائریکٹر کیا اس بات کی تردید کرسکتے ہیں کہ ان کے 'مسیح موعود' اور 'ظلّی بروزی نبوت کے مدعی' کاذب نے بارہا تحریر کیا تھا کہ ان کو نہ ماننے والے 'کنجریوں کی اولاد' ہیں۔ (نقل کفر، کفر نہ باشد)

جب وہ اپنے ساتھ ہونے والی 'بڑی زیادتی' کا رونا روتے ہیں اور اپنے آپ کو بہت بڑا مظلوم بنا کر پیش کرتے ہیں تو اُنہیں ان ننگے اور ناقابل تردید حقائق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج کے مرزا غلام احمد جس پارلیمنٹ کو 'نام نہاد' کہتے ہیں، وہ مذہبی جماعتوں کے ارکان پر مبنی نہیں تھی۔ اس پارلیمنٹ میں اکثریت پیپلز پارٹی سے وابستہ ارکان کی تھی جنہوں نے سوشلزم کو اپنی معیشت قرار دے رکھا تھا۔ اِن میں سے بہت سے تو ایسے ارکان

www.KitaboSunnat.com

تھے جو جانے پہچانے مارکسسٹ اور کیمونسٹ تھے۔ پیپلز پارٹی کی قیادت بشمول ذوالفقار علی بھٹو اور دیگر ارکانِ اسمبلی، سب کا دعویٰ تھا کہ وہ لبرل، ترقی پسند اور سیکولر ہیں۔

حکومت کی طرف سے اُس وقت کے اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے پارلیمنٹ کے سامنے دلائل دیئے تھے۔ یہ معاملہ کئی ہفتے جاری رہا تھا۔ اس وقت کے قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد اور اس کے تین دیگر ساتھیوں کو بھرپور موقع دیا گیا کہ وہ اپنے موقف کے حق میں دلائل پیش کریں۔ مرزا ناصر احمد نے بہت پہلو بچانے کی کوشش کی مگر وہ اس سوال کا جواب پیش نہ کر سکے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ ماننے والے 'کافر' کیونکر ہیں؟ آج کے قادیانیوں کو یہ بات پیش نظر ضرور رکھنی چاہئے کہ کوئی کتنا بھی لبرل یا گناہگار مسلمان ہو، وہ یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایک قادیانی تو بزعم خویش 'مسلمان' ہونے کا دعویٰ کرے اور دوسرے مسلمانوں کو 'مسلمان' تسلیم نہ کرے۔

❁ مرزا غلام احمد نے پریس کانفرنس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی آئینی ترمیم کو اس لیے 'بڑی زیادتی' کہا ہے کہ قادیانی قرآن کو آخری کتاب اور رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں۔ بادی النظر یہ دلیل بڑی وزنی دکھائی دیتی ہے۔ اگر قادیانیوں کی اس دلیل اور دعویٰ کا اعتبار کرلیا جائے تو پھر یقین کرنا پڑے گا کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو اور اس وقت کی پارلیمنٹ کے ارکان انتہائی متعصب، ظالم اور جھوٹے لوگ تھے۔ عام آدمی یہی سمجھے گا کہ اُنہوں نے ''قرآن کو آخری کتاب اور نبی اکرم ﷺ کو آخری نبی ماننے والوں'' کو خوامخواہ غیر مسلم قرار دے دیا۔ اگر حقیقت یہی کچھ ہوتی تو آج ہم بھی مان لیتے، مگر یہ حقیقت نہیں ہے۔

یہ محض تلبیس کوشی، دھوکہ، فریب اور لفظی بازی گری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانی حضرت محمد ﷺ کو اس طرح آخری نبی نہیں مانتے جس طرح کہ عام مسلمان ختم نبوت پر یقین رکھتے ہیں۔ قادیانی مرزا غلام احمد آف قادیان کو بھی 'محمد' اور 'احمد' سمجھتے ہیں اور اس کی 'نبوت' کو حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا ظل و بروز (سایہ اور عکس) قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق خاتم الانبیا حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی بھی شخص 'ان کی طرح' ہوسکتا ہے، نہ ان کی نبوت کا 'ظل و بروز' ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ ایسا دعویٰ اگر کوئی کرے گا تو اس کے جھوٹا اور

www.KitaboSunnat.com

مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ قادیانیوں کے ڈائریکٹر بتائیں کہ کیا وہ مرزا غلام احمد آف قادیان کی ظلی و بروزی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے؟ مزید برآں ہمیں وہ سمجھائیں کہ ایک قادیانی شاعر کے ان اشعار کا مطلب کیا ہے؟

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

❁ رہی بات قرآنِ مجید کو آخری کتاب ماننے کی۔ یہ دعویٰ بھی نا قابل اعتبار ہے، کیونکہ قادیانیوں نے قرآنِ مجید کی آیاتِ مبارکہ کی تفسیر کرنے میں جس طرح کی تحریف سے کام لیا ہے، وہ ان کے کافر ہونے کے لیے کافی دلیل ہے۔ لہٰذا قادیانیوں کا قرآنِ مجید کو آخری کتاب ماننے کا دعویٰ بے معنی ہے، جب تک وہ مرزا غلام احمد کی خرافات اور گمراہ کن تعلیمات سے انکار نہیں کرتے، یہ تعلیمات صریحاً کفر پر مبنی ہیں۔ ہمارے ہاں بہت سارے لوگ قادیانیوں کی اس تلبیس کوشی کا شکار ہوجاتے ہیں اور قادیانیوں سے ہمدردی جتانا شروع کردیتے ہیں۔ جس شخص نے قادیانیوں کی کتابوں اور ان کے لٹریچر کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہو، وہ اس طرح کی غلط فہمی میں کبھی مبتلا نہیں ہوسکتا۔ کوئی آدمی اگر قرآن مجید کو آخری کتاب اور سید الانبیا حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مانتا ہے، تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود یا ظل و بروزی نبی سمجھے۔ یہ دونوں دعوے ایک وقت میں نہیں کئے جاسکتے!!

لہٰذا یہ بات مسلّم ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کا آئینی فیصلہ ہر اعتبار سے درست تھا۔ یہ فیصلہ مسلمانوں کو بہت پہلے کردینا چاہئے تھا۔ علامہ اقبال نے تو ۱۹۳۵ء میں اپنے مضمون میں تحریر کیا تھا کہ قادیانی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ اُنہوں نے انگریز حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ قادیانیوں کو بھی سکھوں کی طرح الگ گروہ قرار دے۔ علامہ اقبال نے دو مفصل مضامین تحریر کئے تھے اور بھرپور استدلال کے ذریعے اور فلسفیانہ اُصولوں کی روشنی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ قادیانی تو پہلے دن سے غیر مسلم تھے، ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ نے تو محض رسمی کارروائی کی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے مخالف بھی

www.KitaboSunnat.com

اُن کے اس فیصلے کو سراہتے ہیں اور اُنہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

❁ قادیانی ڈائریکٹر صاحب کہتے ہیں کہ کوئی مانے، نہ مانے، ہمیں مسلمان کہلانے کا حق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ہم بھی اپنی رائے کے اظہار کا حق استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی قادیانی مانے یا نہ مانے، وہ مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان عقائد اور تعلیمات کو نہ اپنا لے جو کسی کے مسلمان ہونے کے لیے بنیادی شرائط کا درجہ رکھتے ہیں۔ قادیانیوں کے عقائد قرآن وسنت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ان کا ظلی و بروزی نبوت کا نظریہ ایک گورکھ دھندہ ہے اور خود فریبی سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر وہ واقعی خلوصِ دل سے مسلمان کہلانا چاہتے ہیں تو اُنہیں دین اسلام میں پورا پورا داخل ہونا پڑے گا اور قادیانیت کی عینک اتار کر قرآن وسنت کی تعلیمات کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ یہ 'خدائی حق' کا خود ساختہ تصور اتنا ہی باطل ہے جتنا کہ قرونِ وسطیٰ کی پاپائیت اور بادشاہوں کے 'خدائی حقوق' کا تصور۔ یہ محض طفل تسلی ہے اور حقائق سے فرار کی ایک صورت، ورنہ اس طریقہ سے زبردستی کوئی مسلمان ہوسکتا ہے، عیسائی نہ یہودی۔ کسی بھی الہامی مذہب کا پیروکار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس مذہب کی مکمل تعلیمات پر ایمان لایا جائے۔ ابھی چند ماہ پہلے مرزا ناصر احمد کے ایک پوتے قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام لے آئے ہیں۔ دیگر قادیانی بھی اگر 'مسلمان' کہلانا چاہتے ہیں تو ان کے لیے بھی واحد راستہ یہی ہے۔ خود ساختہ ومزعومہ 'خدائی حقوق' کی سرنگ Tunnel سے گزر کر وہ اسلام کے صراطِ مستقیم تک نہیں آسکتے۔

❁ مرزا غلام احمد کے بیان کا وہ حصہ سخت قابل اعتراض ہے جس میں اُنہوں نے کہا:

''ہم اقلیت نہیں، مسلمان ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے غلام ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ ہم سے یہ حق چھین سکے۔''

یہ بیان آئین پاکستان سے صریحاً بغاوت ہے۔ آئین پاکستان کی رو سے قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ اگر آج کوئی قادیانی یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اقلیتی کمیونٹی کا رکن نہیں، بلکہ اکثریتی جماعت یعنی مسلمانوں کی جماعت میں سے ہے، تو اس کا اعلان غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اسلامی ہے۔ قادیانیوں کی سوچ اور طرزِ عمل بے حد افسوس ناک ہی نہیں، اشتعال انگیز بھی

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ قادیانیوں کی یہی وہ ضد ہے جو بالآخر فساد اور تصادم پر منتج ہوتی ہے۔ جب ان کے بارے میں مسلمانوں کی یہ متفقہ اور سوچی سمجھی رائے کہ وہ 'مسلمان' نہیں ہیں تو پھر وہ 'مسلمان' کہلانے پر بضد کیوں ہیں؟ جو مسلمان اس معاملے کے متعلق شدید حساس واقع ہوئے ہیں، اس طرح کی باتیں سن کر ان کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ وہ کسی صورت بھی قادیانیوں کو یہ اجازت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ 'مسلمان' ہونے کا اس طرح علی الاعلان ڈھنڈورا پیٹیں۔ جب ایک شخص یہ کہتا ہے کہ ''کسی کی مجال نہیں'' تو فریقِ مخالف بھی ردعمل ظاہر کرسکتا ہے، اچھا تو مجال کی بات کرتے ہو، تم مسلمان ہو کے دکھاؤ۔'' قادیانی ڈائریکٹر کا یہ لب ولہجہ کسی 'مظلوم اقلیت' کے نمائندے کا اُسلوب نہیں ہوسکتا۔

❁ حضرت محمد ﷺ کے غلام ہونے کا دعویٰ بھی محل نظر ہے۔ قادیانی کے مرزا غلام احمد کا غلام کبھی بھی والیٔ مدینہ کا غلام نہیں ہوسکتا۔ جس طرح ایک مسلمان مرزا غلام احمد کا غلام نہیں ہوسکتا، اسی طرح کوئی قادیانی محمد عربی ﷺ کا سچا غلام نہیں ہوسکتا۔ یہ محض سخن سازی اور فریب دہی ہے اور کوئی مسلمان یہ فریب کھانے کو تیار نہیں ہے۔ جب یہ سب کچھ ممکن ہی نہیں تو پھر قادیانی کس کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو یا کسی اور کو؟ اُنہیں ٹھنڈے دل سے یہ سوچنا چاہیے۔

جہاں تک ان سے حق چھین لینے کی بات ہے، یہ بھی مغالطہ آمیز ہے۔ جب اُنہوں نے اپنی مرضی اور خوش دلی سے مرزا غلام احمد کا غلام بننا قبول کرلیا ہے، تو پھر ان کے پاس کوئی مسلمانیت کا 'حق' رہ ہی نہیں جاتا جس کا استعمال کرتے ہوئے وہ محمد ﷺ عربی کے غلام ہونے کا دعویٰ کرسکیں۔ حق بغیر استحقاق کے متعین نہیں ہوتا۔ قادیانی اس طرح کا کوئی استحقاق سرے سے رکھتے ہی نہیں ہیں تو پھر یہ مبارزتِ طلبی کا انداز کیونکر اپناتے ہیں؟

وہ پاکستان کے شہری ہیں اور بطورِ شہری اُنہیں تمام حقوق حاصل ہیں۔ مگر محمد ﷺ عربی کی غلامی کا حق حاصل کرنے کے لیے ریاست کی شہریت کا حصول ہی کافی نہیں ہے۔ یہ ایمان و یقین اور عقیدے کا معاملہ ہے، اس کا فیصلہ شہری حقوق کی میزان میں نہیں، بلکہ ایمان بالرسالت اور ختم نبوت کے معروف معیار اور میزان کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔ قادیانی اطمینان رکھیں کہ وہ اقلیت تھے، اقلیت ہیں اور اقلیت رہیں گے۔ وہ خوامخواہ 'مسلمان' ہونے کی ضد نہ کریں، کیونکہ اس طرح کی باتوں کا فائدہ کچھ نہیں ہے۔ اگر وہ اس طرح کے دعوے

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہیں گے تو صورتِ حال کے بگڑنے کے خدشات ہیں۔ ہمارے دانشور جو قادیانیوں کے مظلوم ہونے کے پراپیگنڈے پر یقین کرتے ہیں، اُنہیں مرزا غلام احمد کے مذکورہ بالا بیان کے اُسلوب پر ضرور غور کرنا چاہئے۔

❁ مرزا غلام احمد نے شکایت کی ہے کہ قادیانی مسجد کو مسجد نہیں کہہ سکتے، اُنہیں اذان دینے نہیں دی جاتی۔ حتیٰ کہ قرآنِ مجید کی آیات تک لکھنے کی اجازت نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں تو پھر یہ سب شکایتیں بلا جواز ہیں۔ مساجد اور اذان تو شعائرِ اسلام ہیں۔ یہ مسلمانوں کی ثقافت اور دین کی پہچان ہیں۔ قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہوں کو 'مساجد' کہنے اور 'اذان' دینے کی اجازت نہیں دی جاتی تو اس میں احتجاج کی کیا گنجائش ہے۔ وہ کیوں چاہتے ہیں کہ اپنی عبادت گاہوں کو 'مساجد' کہیں اور ان میں مسلمانوں کی طرح 'اذانیں' دیں۔ وہ ایسا اس لیے چاہتے ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرسکیں۔ وہ پوری دنیا میں اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر تبلیغ کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر 'اسلام' بھی لے آتے ہیں مگر اُنہیں بعد میں پتہ چلتا ہے کہ وہ 'قادیانیت' کو اسلام سمجھ کر اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ یہ بہت بڑا دھوکہ ہے جو وہ اسلام کا نام استعمال کرکے انسانیت کو دے رہے ہیں۔

جب قادیانی ملت نے مسلمانوں سے اپنے جنازے تک الگ کرلیے تو اب وہ مسلمانوں کی طرح اذانیں دینے کی ضد کیوں کرتے ہیں۔ چوہدری ظفر اللہ قادیانی نے محمد علی جناح جیسے معتدل مزاج اور روشن خیال مسلمان کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی تھی۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اُنہوں نے جواب دیا: ''آپ مجھے ایک مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر یا ایک غیر مسلم ریاست کا مسلم وزیر سمجھ لیں۔''

اس طرح قادیانیوں کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود سے ان کے ایک مرید نے سوال کیا کہ کسی غیر احمدی کا اگر کوئی بچہ انتقال کرجائے تو کیا اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ اس کے جواب میں مرزا بشیر الدین محمود نے کہا: ''میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کسی عیسائی یا ہندو کا بچہ فوت ہوجائے تو کیا اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔'' اس طرح کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جب معروضی حقائق اس طرح کے ہوں تو 'مساجد' اور 'اذان' جیسے شعائرِ اسلام کو

www.KitaboSunnat.com

اپنانے کی خواہش رکھنا کیا معنی رکھتا ہے۔ معروف کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے ۲۴/دسمبر ۱۹۹۱ء کے کالم میں تحریر کیا:

''احمدی' اور مسلمانوں میں جو چیز وجہ نزاع بنی وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی جعلی 'نبوت' کے علاوہ اس نومولود مذہب کی طرف سے مسلمانوں کی اس تمام 'ٹرمینالوجی' پر قبضہ تھا جو بزرگانِ دین اور مقاماتِ مقدسہ کے لیے مخصوص تھی۔ اپنے اصل مقاصد پر پردہ ڈالنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو ایسا 'نبی' قرار دیا جو اپنی شریعت نہیں لایا تھا، بلکہ حضور ﷺ ہی کی شریعت کو نافذ کرنے کا دعویدار تھا۔ چنانچہ موصوف نے ظلی بروزی کی بحث بھی چھیڑی، خود کو احمد (ﷺ) کا غلام ہی قرار دیا۔ لیکن ان کے 'صحابی' اس قسم کے شعر بھی کہتے رہے:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

❁ مرزا غلام احمد نے کہا ہے کہ ''تمام احمدی محبّ وطن ہیں''۔ نجانے 'محبِّ وطن' ہونے سے ان کی مراد کیا ہے؟ آخر یہ کیسی 'حب الوطنی' ہے جو قادیانیوں کو اسرائیل میں اپنا مشن قائم کرنے سے باز نہیں رکھتی۔ کیا قادیانی ڈائریکٹر اسرائیل میں قادیانی مشن کی موجودگی کی تردید کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اس 'حب الوطنی' کا ڈھنڈورا پیٹنے کا کیا فائدہ ہے؟

❁ مرزا غلام احمد کا یہ بیان درست معلوم نہیں ہوتا کہ کلمہ طیبہ پڑھنے اور 'السلام علیکم' کہنے پر قادیانیوں کو سالوں کی سزائیں سنائی گئیں۔ ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ غیر مسلم ہوتے ہوئے مسلمانوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے اور 'السلام علیکم' کہنے میں اس قدر دلچسپی کیوں رکھتے ہیں؟ اگر ان کے 'نبی' نے اپنی 'امت' کے لیے کوئی کلمہ ایجاد نہیں کیا تھا تو وہ خود اسے ایجاد کر لیں۔ ہمارے بعض مسلمان بھی جو قادیانی ذہنیت سے کماحقہ آگاہ نہیں ہیں، وہ بھی خیال کرتے ہیں کہ اگر قادیانی کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو پڑھنے دیں۔ وہ دراصل بہت سادہ لوح واقع ہوئے ہیں۔ اُنہیں جان لینے کی ضرورت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ظلی و بروزی نبوت پر ایمان لانے کے بعد ان کے پیروکار 'محمد رسول اللہ' میں ظلی و بروزی نبی کا تصور ذہن میں رکھتے ہیں۔ کیا اس

www.KitaboSunnat.com

بدخیالی کے ساتھ قادیانیوں کو مسلمانوں کا کلمہ پڑھنے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

قادیانی ڈائریکٹر کی پریس کانفرنس کی تفصیلات پڑھ کر ایک عام مسلمان پریشان ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ۲۸ رمئی ۲۰۱۰ء کو قادیانیوں کی عبادت گاہوں میں ہونے والی دہشت گردی کو قادیانی اپنے حق میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ بلا شبہ یہ انتہائی گھناؤنی واردات تھی۔ اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر کوئی اس طرح اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر حملوں کو 'جہاد' کا نام دیتا ہے تو اس کا دعویٰ اتنا ہی باطل ہے جتنا کہ قادیانیوں کا یہ دعویٰ کہ وہ مسلمان ہیں، اقلیت نہیں۔ اسلامی شریعت کی رو سے مسلم ریاست مسلمان اور غیر مسلم اقلیتوں کے جان و مال کے تحفظ کی ذمہ داری ہے۔ اس بارے میں کسی تفریق اور امتیاز کو روا رکھنا درست نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں پاکستان کے قادیانیوں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا کہ ان کی عبادت گاہوں کو ہولناک دہشت گردی اور انہیں عمومی ہلاکت کا نشانہ بنایا جائے۔

یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ علماے دین نے قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر حملہ کرکے ان کو جان سے مار دینے کی حمایت کبھی نہیں کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۹۰۸ء میں اپنی فطری موت مرا، حالانکہ ۱۸۹۲ء میں دوسو علماے کرام نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اس کے بعد اس کے خلفا بھی اپنی موت مرے، اُنہیں کسی نے قتل نہیں کیا۔ پرویز مشرف کے دور میں قادیانیوں کو بے جا مراعات حاصل رہیں مگر ان کی عبادت گاہوں پر ایسے حملے نہ ہوئے۔ غرض اس طرح کی کارروائی قابل مذمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے اس واقعہ کی بھرپور مذمت کی ہے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ قادیانی اس ہمدردی کی لہر کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پارلیمنٹ کی آئینی ترمیم کو واپس لینے کی تحریک شروع کردیں اور اپنے 'مسلمان' ہونے کا اعلان کرتے پھریں۔ اس کا ردّعمل سامنے آسکتا ہے اور ممکن ہے کہ قادیانی اس ہمدردی سے بھی اپنے آپ کو محروم کردیں جو اُنہیں مظلوم ہونے کے ناطے آج ہر طرف سے مل رہی ہے!!

(محمد عطاء اللہ صدیقی)

www.KitaboSunnat.com

عالم اسلام اور مغرب

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین

توہین رسالت کے خلاف ردِعمل کو مؤثر کیسے بنایا جائے؟

اس حقیقت سے ہر مسلمان اور ہر پاکستانی واقف ہے کہ امریکہ اور یورپ، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اگرچہ ہم مغرب کی طاقت سے خوفزدہ ہوکر، اس کی غالب فکر و تہذیب سے مرعوب ہوکر، اس کی زبردست پروپیگنڈا مشینری سے متاثر ہوکر، بین الاقوامی سطح کے سیاسی پلیٹ فارموں پر 'ڈپلومیٹک' (یعنی منافقانہ) انداز اختیار کرتے ہوئے اور گلوبلائیزیشن اور مذاہب وتہذیبوں کے درمیان مکالمے کے علمی پلیٹ فارموں پر معروضی انداز اختیار کرنے کے زعم میں بالعموم اس کا اظہار نہیں کرتے یا نہیں کر پاتے۔

اور یہ بات آج کی نہیں، صدیوں پرانی ہے بلکہ مغربی تہذیب کا خمار اُٹھا ہی اسلام اور مسلمان دشمنی پر ہے۔ جب ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کرلیا اور مشرقی رومن کیتھولک ہیڈ کوارٹر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تو وہاں سے نکلنے والے عیسائی پادریوں نے سارے یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز تقریروں سے آگ لگا دی اور اس سے یورپ کی نشأۃِ ثانیہ نے تحریک پکڑی۔ متحدہ یورپ کی طرف سے شروع کردہ صلیبی جنگیں بھی اسی کا مظہر تھیں اور یہ بھی اسی کا شاخسانہ تھا کہ یورپ نے مسلمانوں کو باہم لڑانے کے لئے سازشیں کیں اور اُنہیں کمزور کر کے اپنی برتر فوجی قوت سے بہیمیت سے کچلا اور اُن کے ملکوں پر قبضہ کرلیا۔ پھر مسلم تہذیب کی ایک ہزار سالہ خوشحالی سے جمع کردہ مسلمانوں کی دولت اور مادی وسائل کو بے دردی سے لوٹا اور ان سے سائنس وٹیکنالوجی کو ترقی دے کر اپنے رخساروں کی لالی میں اضافہ کیا۔

بیسویں صدی کے وسط میں باہم دو عظیم جنگوں سے جب یورپ کمزور ہوگیا تو اسے مجبوراً مسلم ملکوں کو آزادی دینا پڑی۔ اس ادھوری اور نام نہاد آزادی کے بعد بھی امریکہ و یورپ کی مسلمان ملکوں کے خلاف پُر امن سازشیں اور پلاننگ جاری رہی اور وہ اُنہیں سیاسی، معاشی، دفاعی، تعلیمی غرض ہر لحاظ سے پیچھے رکھنے کے لئے کامیاب کوششیں کرتے رہے۔ ان سازشوں کے باوجود جب چند مسلم ممالک بطورِ استثنیٰ کچھ بہتر حالت میں آگئے (جیسے پاکستان ایٹمی

www.KitaboSunnat.com

طاقت بن گیا، ملائشیا اقتصادی طور پر اپنے پیروں پر کھڑا ہوگیا، عراق دفاعی طور پر مضبوط ہوگیا، افغانستان نے اسلامی حکومت کی طرف پیش قدمی کی) تو امریکہ نے یورپ کو ساتھ ملا کر حیلے بہانے سے پہلے عراق کو برباد کیا، پھر افغانستان کو تہہ و بالا کیا اور اب پاکستان پر حملے ہو رہے ہیں اور ایران پر بھی مستقل دباؤ جاری ہے۔

اس ساری صورتِ حال کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہے سوائے اس کے کہ امریکہ و یورپ اسلام کے بدخواہ اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ نائن الیون کا واقعہ سی آئی اے اور موساد کی ایک وسیع الاطراف سازش تھی جس کا ایک مقصد یہ تھا کہ مسلمان ممالک پر حملہ کر دیا جائے۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ مغربی رائے عامہ کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کر دیا جائے تاکہ اہل مغرب ان مسلمانوں سے اور ان کے دین سے نفرت کرنے لگیں جو وہاں مقیم ہیں۔ اور یوں اُنہیں اسلام اور مسلمانوں سے دور رکھا جاسکے تاکہ وہ اسلام قبول نہ کریں۔ اِس مہم کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں کے کم نظر اَدیبوں، صحافیوں اور دانشوروں نے اسلام اور مسلم دشمن کاروائیاں شروع کر دیں۔ نبی کریم ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی اور آپؐ کی سیرت کو بگاڑ کر پیش کرنے کا کام تو وہ صدیوں سے کرتے آرہے تھے۔ اب تازہ حالات میں اُنہیں نئی کمک ملی تو وہ پیغمبر اسلام (ﷺ) کے اخبارات و انٹرنیٹ پر کارٹون بنانے لگے، فلمیں بنانے اور مضامین لکھنے لگے اور یوں مسلمانوں کو مشتعل کر کے اور اُن کا مذاق اُڑا کر اپنی حسِ باطل کو تسکین دینے لگے۔

اس کے ساتھ ساتھ مغربی حکومتوں نے اپنے اسلام دشمن اقدامات الگ جاری رکھے جیسے فرانس اور جرمنی میں حجاب پر پابندی اور سوئٹزرلینڈ میں مسجد کے میناروں پر پابندی.....وغیرہ

سوال یہ ہے کہ مسلمان اس صورتِ حال سے کس طرح مؤثر طریقے سے نمٹ سکتے ہیں کہ اہل مغرب اپنی کمینی حرکتوں سے باز آجائیں اور اُنہیں احساس ہو جائے کہ وہ غلط کر رہے ہیں اور ان کے اقدام سے کروڑوں مسلمانوں کے دل چھلنی ہو رہے ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ہم عرض کریں گے کہ مسلمان اہل مغرب کی طرف سے توہین رسالتؐ کا جواب دینے کے لئے دو طرح کے اقدامات کر سکتے ہیں: ایک فوری نوعیت کے اقدامات اور دوسرے دیرپا اور دور رَس اثرات رکھنے والے اقدامات۔ ظاہر ہے کہ یہ اقدامات اس مخصوص تناظر اور ماحول میں ہی تجویز کئے جا رہے ہیں جس کی جدید ریاستوں میں مسلمانوں کے پاس گنجائش

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے، باقی اقدامات علمی یا نظریاتی حیثیت رکھتے ہیں۔ [درحقیقت اس صورتحال کا کلی خاتمہ تو اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اُمتِ مسلمہ اپنی ہمہ جہتی قوت سے اپنے مخالفوں کے دل میں رعب طاری نہ کردے۔ دنیا میں پرامن بقاے باہمی ملی قوت اور زورِ بازو سے ہی مل سکتی ہے اور جرمِ ضعیفی کی سزا یہی ہے جو ملتِ اسلامیہ آج بھگت رہی ہے۔]

فوری سدِباب کے مراحل: فوری اقدام کے طور پر جو احتجاج کیا جائے، اس کے خدوخال یہ ہونے چاہئیں: ① عوامی احتجاج، جس میں تین خصوصیات ہوں:

✧ احتجاج میں لاکھوں افراد شریک ہوں ✧ یہ پُرامن ہو ✧ یہ عالمی سطح کا ہو

② حکومتی سطح پر احتجاج ③ استغفار

❶ عوامی احتجاج

مغرب کی طرف سے توہین رسالت کے جواب میں بھرپور عوامی احتجاج ہونا چاہئے، لیکن اس احتجاج کے مؤثر ہونے کی تین شرائط ہیں:

① اہل مغرب کی طرف سے توہین رسالتؐ کے اقدام پر احتجاج کرتے ہوئے عوامی سطح پر بڑے بڑے اور پُرامن مظاہرے ہونے چاہئیں جن میں لاکھوں افراد شریک ہوں اور جن کی قومی اور بین الاقوامی سطح پر پبلسٹی کا بھرپور انتظام ہو۔ پاکستان میں اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ سارے دینی عناصر یکجا اور متحد ہوجائیں۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ ہر جماعت اور تنظیم اپنی اپنی پارٹی کے جھنڈے اور بینرز اٹھائے ہوئے چند سو کی تعداد میں سڑکوں پر نکلتی ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی ریلیاں ایک طرف عالمی سطح پر (یاد رہے کہ یہ کوئی مقامی مسئلہ نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح کا مسئلہ ہے اور ہمیں اس طرح سے احتجاج کرنا ہے جس کے اثرات یورپ و امریکہ تک پہنچیں) کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑتیں۔ (اگرچہ نہ ہونے سے بہرحال بہتر ہیں، لیکن یورپ و امریکہ میں دیکھئے، مثلاً عراق پر امریکی حملے کے خلاف وہاں لاکھوں افراد کے مظاہرے ہوئے) دوسری طرف یہ ہمارا پول کھولتی ہیں کہ ہم اپنے نبی مکرم (ﷺ) کے ناموس کے لئے بھی متحد نہیں ہوسکتے اور ہر چھوٹی بڑی جماعت کو اپنا تشخص اور اپنا نام اتنا عزیز ہے (یعنی ناموسِ رسالت سے بڑھ کر عزیز ہے) کہ وہ اس مقصد کے لئے بھی اکٹھے نہیں ہوسکتے۔

www.KitaboSunnat.com

اس مقصد کے حصول کے لئے اوّلاً تو یہ ضروری ہے کہ ساری قوم اور ساری تنظیمیں/ جماعتیں/تحریکیں اور اِدارے مل کر اس مقصد سے ایک مشترکہ تنظیم بنا لیں اور اس مقصد سے بنائی گئی موجودہ تنظیمیں باہم مدغم ہو کر ایک بڑی تنظیم بن جائیں یا کم از کم وہ اشتراکِ عمل ہی کر لیں۔ لیکن اگر ہم یہ نہیں کرتے تو اس کا کیا مطلب لیا جا سکتا ہے سوائے اس کے کہ ہمیں ناموسِ رسالت کے مقابلے میں اپنی تنظیم، جماعت اور اپنے مسلک کا تشخص زیادہ عزیز ہے۔ العیاذ باللہ!

ہمیں یاد ہے کہ ماضی میں بعض سیاسی جماعتوں کی دیکھا دیکھی بعض دینی جماعتوں نے بھی اپنی قوت کے اظہار کے لئے ملین مارچ کئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمیں اس سوال کا سامنا کرنا چاہئے کہ کیا ہمیں اپنی جماعت کی ساکھ نبی کریم ﷺ کی حرمت سے بھی زیادہ عزیز ہے کہ ہم اپنی سیاسی ساکھ کے لئے تو ملین مارچ کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن اس پیغمبر کی بے حرمتی ہو جس سے محبت ہمارا جزوِ ایمان ہے تو اس کے لئے ہم چند سو افراد کی ریلی نکال کر مطمئن ہو جائیں؟ ہم تو کہتے ہیں کہ اس کے لئے ساری قوم کو متحد ہو کر نکلنا چاہئے جس طرح کہ ماضی میں شانِ اسلام کا جلوس نکلا تھا۔

② یہ بھی ضروری ہے کہ یہ احتجاج پُر اَمن ہو۔ ٹریفک کے اشارے توڑنا، گاڑیوں پر پتھراؤ کرنا، دکانوں، بنکوں اور اقوامِ متحدہ و مغربی ممالک سے متعلق دیگر عمارات کو آگ لگانا یا متعلقہ ممالک کے پرچم یا پتلے جلانا..... جیسے اقدامات احمقانہ ہیں کیوں کہ ہم ان سے نہ صرف اپنا مالی نقصان کرتے ہیں بلکہ اہل مغرب کو یہ پیغام بھی دیتے ہیں کہ ہم واقعی تشدد پسند ہیں۔ پھر ہر صاحبِ نظر جانتا ہے کہ عوامی تحریکیں اسی وقت کامیاب ہوتی ہیں جب وہ پُر امن ہوں۔ جو تحریک تشدد پر اُتر آئے وہ ناکام ہو جاتی ہے، کیونکہ ریاست کو اسے کچلنے کا بہانہ مل جاتا ہے۔ پاکستان میں حال ہی میں کامیاب ہونے والی وکلا تحریک کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

③ اہل مغرب کی طرف سے توہین رسالت کے خلاف احتجاج مقامی یا ملکی سطح کا نہیں بلکہ عالمی سطح کا ہونا چاہئے۔ یہ عالم اسلام کے ہر ملک میں ہونا چاہئے اور ان ملکوں میں بھی ہونا چاہئے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، کیونکہ ایک مسلمان جہاں بھی ہو جب اس کے

www.KitaboSunnat.com

رسول مکرم (ﷺ) کی توہین ہوگی تو اس کا دل دکھے گا۔ کسی ایک یا دو ملکوں میں احتجاج ہونا بے معنی بھی ہے اور بے تکا بھی جسے غیر مسلم دنیا نہیں سمجھ سکے گی، کیونکہ اگر مسلمانوں کے پیغمبر کی توہین ہوئی ہو تو یہ ہر مسلمان کا اور ہر مسلمان ملک کا مسئلہ ہونا چاہئے نہ کہ محض کسی ایک یا دو ملکوں کا۔ مثلاً حال ہی میں فیس بک پر کارٹون بنانے کے مقابلے کا اعلان ہوا تو احتجاج صرف پاکستان میں ہوا یا تھوڑا بہت بنگلہ دیش میں، عالمی سطح پر یہ احتجاج بہرحال اپنے اثرات کے حوالے سے زیادہ مؤثر ثابت نہ ہوا، کیونکہ دوسرے مسلم ممالک اس میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ اس سے پاکستان کے بارے میں یہ تاثر لازماً دنیا تک پہنچا ہوگا کہ یہاں کے عوام دوسروں سے زیادہ جذباتی اور 'انتہا پسند' ہیں۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ عالم اسلام میں عوامی سطح پر رابطے اور تعاون کی جو دو تنظیمیں تھیں، وہ دونوں غیر فعال ہوچکی ہیں۔ ہماری مراد مؤتمر عالم اسلامی اور رابطہ عالم اسلامی سے ہے۔ لہٰذا اب مسلمانوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہا کہ وہ ایک نئی تنظیم بنائیں۔ اس کی فطری صورت تو یہی ہے کہ پہلے پاکستان میں ایک ایسی 'تحریک حرمتِ رسول ﷺ' بنے جس میں یہاں کے سارے دینی اور شہری عناصر شریک ہوں۔ پھر یہ تحریک دوسرے مسلم ممالک کی دینی تحریکوں اور اسلامی عناصر سے رابطہ کرے اور اس طرح ہر مسلمان ملک میں ایک تحریک حرمتِ رسول ﷺ وجود میں آجائے۔ پھر ان ساری حرمت تحریکوں کا ایک ہیڈ آفس بنا دیا جائے۔ اس طرح سارے مسلم ممالک کی تحریک ہائے حرمت رسول ﷺ کا ایک نیٹ ورک وجود میں آجائے۔ اس نیٹ ورک کو ان ممالک میں بھی پھیلا دیا جائے جہاں مسلمان بڑی اقلیتوں کی صورت میں ہیں۔ یہ نیٹ ورک اگر بن جائے اور ایک عالمی تحریک حرمتِ رسول ﷺ وجود میں آجائے جس کی ایک کال پر ساری دنیا میں توہین رسالت کے خلاف احتجاج منظم ہوجائے تو پھر یہ احتجاج ان شاء اللہ مؤثر بھی ہوگا۔

❷ حکومتی سطح پر احتجاج

مغرب کی طرف سے توہین رسالت کے خلاف عوامی سطح پر احتجاج کافی نہیں بلکہ مسلم حکومتوں کو بھی اس پر احتجاج کرنا چاہئے۔ مسلمان حکومتوں کی تنظیم او آئی سی کا بھی فرض ہے کہ وہ ایسے حالات میں فوراً حرکت میں آئے۔ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں یہ مسئلہ اُٹھائے۔

www.KitaboSunnat.com

سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس بلوائے اور اس سے پہلے دباؤ بڑھانے کے لئے عالم اسلام کے وزراے خارجہ کا ہنگامی اجلاس بلائے۔ اس کے سربراہی اجلاس میں اس مسئلے کو فوقیت دے۔ اُصولاً تو یہ سب ہونا چاہیئے، لیکن عملاً ایسا ہوتا نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ او آئی سی غیر فعال ہے بلکہ کہنا چاہیئے کہ گہری نیند میں ہے۔

اس کا سبب بھی ہم سب کو معلوم ہے کہ کم وبیش تمام اسلامی ملکوں کے حکمران امریکہ و یورپ کے لے پالک اور گماشتے ہیں۔ ان کی حیثیت غلاموں کی سی ہے جو اپنے مالک کی مرضی کے خلاف گردن بھی نہیں ہلا سکتے۔ اس غلامی نے اُنہیں دینی حوالے سے بھی بے حمیت بنا دیا ہے یہاں تک کہ وہ جس نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں اس کی توہین پر بھی امریکہ و یورپ سے شکایت نہیں کر سکتے۔ اسی ذہنی و سیاسی غلامی کا یہ بھی شاخسانہ ہے کہ اقوامِ متحدہ میں دنیا کے پونے دو ارب مسلمانوں کی اور ان کی نمائندہ تنظیم او آئی سی کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہاں تک کہ وہ سلامتی کونسل کے رکن بھی نہیں۔ ان حالات میں اب اس کا کوئی حل نہیں سوائے اس کے کہ ان مسلمان ملکوں کی دینی جماعتیں اور تنظیمیں متحد ہو کر اور بڑے بڑے مظاہرے کرتے ہوئے اپنی اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ متعلقہ مغربی ممالک سے اور اقوامِ متحدہ سے رسمی طور پر اور سرکاری سطح پر شدید احتجاج کریں۔

اُمت کے اہل فکر و تدبر اور دانشوروں کو اس پر بھی سوچنا چاہیئے کہ مسلم اُمت میں عوام اور ان کے حکمرانوں کے درمیان بُعد کو کیسے ختم کیا جائے اور مسلم عوام اور حکمرانوں کو مغرب کی ذہنی، فکری، سیاسی اور معاشی غلامی سے کیسے نجات دلائی جائے؟ اس غرض سے مسلم اُمہ کو اپنے ہاں تحقیقی اِدارے اور تھنک ٹینک قائم کرنے چاہئیں تاکہ اُمتِ مسلمہ کے زوال سے نکلنے اور سر اُٹھا کر جینے کی حکمتِ عملی پر بحث و تحقیق اور منصوبہ بندی کا آغاز ہو سکے اور اس کے لئے ٹھوس لائحۂ عمل تیار کیا جا سکے۔

③ استغفار و توبہ

نبی مکرم ﷺ کی اِہانت ہم مسلمانوں کے لئے کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ یہ بہت بڑا سانحہ اور مصیبت ہے اور یہ ہمارے گناہوں اور اللہ و رسول ﷺ کے اَحکام کی نافرمانی اور معصیت کا نتیجہ ہے لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور کثرت سے استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے، توبہ کرنی چاہیئے اور اصلاحِ احوال کی فکر

www.KitaboSunnat.com

کرنی چاہئے۔ جو دینی تحریکیں اور تنظیمیں حرمتِ رسول ﷺ کے سلسلے میں جلسے جلوس نکالتی ہیں اُنہیں چاہئے کہ وہ جلسے جلوسوں میں درود شریف پڑھنے کے ساتھ استغفار کی رغبت بھی دلائیں اور احساسِ توبہ کو اُجاگر کیا جائے تاکہ مسلمانوں کو احساس ہو کہ ان کی اس مصیبت کا اصل سبب ان کی دین سے دوری اور اللہ و رسول ﷺ کی نافرمانی ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا میں بے وقعت ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے دشمن ان کے پیغمبر کا مضحکہ اُڑانے کو معمولی بات سمجھتے ہیں اور آئے روز یہ کام کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اُصولی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دین سے محکم وابستگی اختیار کرنی چاہئے تاکہ دنیا میں بھی ان کی عزت و وقار ہو اور آخرت میں بھی وہ سرخرو ہوں۔

دوررَس اقدامات

یہ تھے وہ چند اقدامات جو ہماری رائے میں مغرب کی طرف سے توہین رسالت کے کسی اقدام کے نتیجے میں مسلمانوں کو فوراً روبہ عمل لانے چاہئیں۔ اب آیئے ان دوررَس اقدامات کی طرف جو مسلمانوں کو ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر اور منصوبہ بندی سے کرنے چاہئیں تاکہ مستقبل میں اس قسم کے واقعات کی حوصلہ شکنی ہو سکے۔ اس غرض سے مسلمانوں کو اہل مغرب کی دشمنی کے پیچھے پوشیدہ ان غیر اعلانیہ اور غیر تحریری مقاصد و اَہداف کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے جو ہماری طالب علمانہ رائے میں یہ ہیں:

① مغربی منصوبہ سازوں کی خواہش یہ ہے کہ مغرب میں اسلام کو پھیلنے سے روکا جائے۔ اس غرض سے وہ مسلمانوں اور ان کے دین و پیغمبر کو دہشت گرد اور دہشت گردی کا حامی اور علمبردار ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ مغربی عوام اسلام اور مسلمانوں سے متنفر ہو جائیں، اسلام کا ہمدردانہ مطالعہ نہ کر سکیں اور یوں ان کے اسلام قبول کرنے کے مواقع کم ہو جائیں۔

② مغرب کی طرف سے توہین رسالت کے اقدامات کے جواب میں اگر مسلمان ردعمل کا شکار ہو کر مشتعل ہو جائیں تو اُنہیں انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دیا جائے اور ان پر معاشی پابندیاں لگا کر ان کی اقتصادی حالت کو تباہ کیا جا سکے اور ان پر حملے کر کے ان کا سارا ترقیاتی ڈھانچہ تباہ کر دیا جائے تاکہ وہ ترقی کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہو سکیں اور اپنی اقدار کے مطابق زندگی نہ گزار سکیں اور مغرب کو ایسے پُرامن اقدامات (مثلاً تعلیم و میڈیا کے

www.KitaboSunnat.com

ذریعے) کا مزید موقع مل جائے جن کے ذریعے وہ مسلمانوں کی ذہن سازی کر سکے اور ان کے دل و دماغ فتح کر سکے تاکہ مسلمان مغربی فکر و تہذیب کے شائق و پرستار بن جائیں اور فکری و عملی لحاظ سے مغرب کے غلام بنے رہیں اور اسلام کی طرف لوٹنے کے خواب بھی نہ دیکھ سکیں۔

❁ اہل مغرب کے مقاصد کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ ہمیں ان کی طریق کار کو بھی سمجھنا چاہئے تاکہ ہم ان کا مؤثر تدارک کر سکیں۔ اس حوالے سے دو باتیں اہم ہیں:

① اہل مغرب کی دلیل یا ادعا یہ ہے کہ آزادئ اظہار رائے ہر آدمی کا بنیادی حق ہے لہٰذا ہمارا رویہ تو صحیح ہے اور غلط رویہ خود مسلمانوں کا ہے جو اختلافِ رائے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ موقف محض کٹ حجتی پر مبنی ہے اور دنیا بھر کے اہل علم و عقل جانتے اور مانتے ہیں کہ دوسرے تصورات کی طرح آزادی بھی کبھی لامحدود نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ بعض قیود و استثناءات سے گھری ہوتی ہے (جیسا کہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں ہوتا ہے اور ٹریفک قوانین سے لے کر پارلیمنٹ میں اہم اُمور میں قانون سازی تک ہم سب کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے)۔ لہٰذا ایک آدمی کو ایسے اظہار کی آزادی کیسے دی جا سکتی ہے جس سے کروڑوں لوگوں کے دل دکھیں اور اُنہیں تکلیف پہنچے۔ لہٰذا اہل مغرب کا لامحدود اور مادر پدر آزادی کا تصور عقلی و منطقی لحاظ سے بھی غیر معقول ہے اور یہ کوئی جینوئن 'حق' نہیں جس کی حمایت کی جائے۔

② اہل مغرب کی تکنیک اور نفسیاتی حربہ یہ ہے کہ وہ ہمیں دوڑا دوڑا کر اور تھکا کر نڈھال کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس امت کی بقا اور اتحاد کا ایک بڑا سبب محبت رسول ﷺ ہے تو اب وہ وقفے وقفے سے توہین رسالت کرتا رہتا ہے تاکہ مسلمانوں کے اندر سے ان کے الفاظ میں محبتِ رسول کا 'بخار' بتدریج اُتر جائے۔ پہلی دفعہ مسلم دنیا کا ردعمل بہت شدید تھا۔ سارے عالم اسلام میں ہنگامے ہوئے، متعلقہ ملکوں کے معاشی بائیکاٹ کی تحریک چلی اور بہت سے لوگ شہید ہوئے۔ پھر دوسرے موقعہ پر کم شدید ردعمل ہوا مثلاً اِس دفعہ دیکھئے تو تحریک کا زور صرف پاکستان میں ہے، بنگلہ دیش دوسرا ملک ہے جس نے فیس بک پر پابندی لگائی۔ باقی مسلم ممالک سوئے پڑے ہیں۔ حکومتی سطح پر ردعمل بھی ڈھیلا ڈھالا اور برائے نام ہے۔ نہ اقوامِ متحدہ میں احتجاج ہوا، نہ او آئی سی کا

www.KitaboSunnat.com

ہنگامی اجلاس ہوا۔ خود پاکستان کے اندر پچھلی دفعہ احتجاجی مظاہرے اور جلوس ہزاروں افراد پر مشتمل ہوتے تھے، اب سو دو سو افراد کی ریلیاں نکلتی ہیں۔ اس طرح کے واقعات اگر خوانخواستہ وقتاً فوقتاً جاری رہے تو ایک وقت آئے گا کہ یہ معمول بن جائیں گے اور ہمارا ردعمل بتدریج ختم ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ یہ سلسلہ بعض دینی رہنماؤں کے اخباری بیانات تک محدود رہ جائے گا۔

❁ اہل مغرب کے ان مقاصد اور طریق کار کے جواب میں ہمارا ردعمل کیا ہونا چاہئے؟ چند تجاویز درج ذیل ہیں:

① ابلاغی وفکری مزاحمت: مغرب کے اس طرح کے حملے کی بھرپور مزاحمت کی جائے خصوصاً الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر۔ بدقسمتی سے اس وقت حالت یہ ہے کہ مسلمان ابلاغ عامہ اور پروپیگنڈے کے میدان میں اہل مغرب سے بہت پیچھے ہیں۔ اوّل تو ان کے پاس طاقتور میڈیا نہیں اور جو برا بھلا ہے، وہ زیادہ تر ان افراد کے ہاتھ میں ہے جو فکری اور تہذیبی طور پر مغرب سے مرعوب ومتاثر بلکہ ان کے نقال اور گماشتے ہیں۔ ان سے کیا توقع کی جائے کہ وہ مغرب کا بھرپور جواب دیں گے اور دینی حمیت کا ثبوت دیں گے؟

دینی چینل اوّل تو ہیں نہیں اور جو ہیں وہ فرقہ واریت کی لپیٹ میں ہیں۔ لہٰذا ایک ایسے چینل کی ضرورت ہے جو اسلام کا ہو، کسی خاص فرقے یا مسلک کا نہ ہو۔ بہرحال ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ضمن میں ہمارا رویہ جارحانہ ہو اور ہم حکمت وتدبر کے ساتھ ان کو منہ توڑ جواب دیں اور ان کے خبثِ باطن کو دنیا پر عیاں کریں۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں تعلیم، معیشت، معاشرت، سیاست غرض سارے شعبہ ہائے حیات میں ان کی فکری اور تہذیبی مزاحمت کرنی چاہئے اور اس کا مؤثر اظہار بھی میڈیا کے ذریعے ہونا چاہئے۔

② دعوت کے مواقع: اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کے ابلاغی وعسکری حملوں کو وہاں کے سارے عوام کی حمایت حاصل نہیں ہے یہ بعض متعصب حکمرانوں، دانشوروں، صہیونیوں اور شدت پسند عیسائیوں کی حکمتِ عملی کا نتیجہ ہے اور مغربی حملوں اور مسلم ممالک میں اس کے ردعمل کے نتیجے میں مغربی عوام میں حقائق جاننے اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں صحیح، مصدقہ اور براہِ راست (فرسٹ ہینڈ) معلومات حاصل کرنے کی ایک طلب اُبھر آئی

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اب یہ مسلمان حکمرانوں، دانشوروں اور علماے کرام کا کام ہے کہ وہ ان کے سامنے اسلام کی اصل حقیقت اور اس کا اصل چہرہ خصوصاً قرآنِ حکیم کی تعلیمات اور نبی پاک ﷺ کی سیرت مؤثر انداز میں تحریر وتقریر کے ذریعے پیش کریں۔ اگر مسلمان دعوت کے اس سنہری موقع کو ضائع نہ کریں تو وہ مغربی عوام میں سے بہت سوں کے دل و دماغ جیت سکتے ہیں اور اس کے لئے توپ وتفنگ کی نہیں، حکمت وتدبر، خاموشی اور سمجھ داری کے ساتھ پلاننگ اور ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے۔

④ معاشی بائیکاٹ: مادہ پرست مغرب اگر روحانی اقدار کی اہمیت کو نہیں سمجھتا تو مادی مفادات اور اقدار کی تو اسے خوب سمجھ ہے، لہٰذا اسے اُسی اُسلوب میں جواب دینا چاہئے جسے وہ سمجھ سکے۔ مسلمان اگرچہ معاشی لحاظ سے کمزور ہیں، لیکن اس کے باوجود اگر وہ بحیثیتِ اُمت متحد ہوجائیں اور اس ملک کا معاشی مقاطعہ کردیں اور متعلقہ ملک کے ساتھ برآمدی و درآمدی تجارت ختم کردیں تو اس کا خاطر خواہ اثر پڑے گا، لیکن یہ حربہ اسی وقت مؤثر ہوسکتا ہے جب اُمت حقیقی طور پر متحد ہو اور جذبۂ شجاعت اور ایثار وقربانی سے کام لے اور دباؤ میں نہ آئے جیسا کہ شاہ فیصل مرحوم نے تیل کی برآمد پر پابندی لگا کر دکھا دی تھی۔

⑤ بین الاقوامی قانون سازی: مسلم اُمت اگر متحد ہوجائے تو آسانی سے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے ایسا ریزولیوشن منظور کروایا جا سکتا ہے کہ کسی بھی مذہب یا تہذیب کے ان رہنماؤں کی توہین جرم تصور ہوگی جنہیں کروڑوں افراد محترم ومقدس گردانتے ہیں۔اس حوالے سے اقوامِ متحدہ کے بنیادی حقوق کے چارٹر میں ترمیم بھی ہونی چاہئے اور اس اُصول کی خلاف ورزی کو عالمی عدالت انصاف میں چیلنج کرنے کی راہ بھی ہموار ہونی چاہئے۔

⑥ فروغِ اتحاد: مسلم دانشوروں، رہنماؤں اور علماے کرام کو اس طرح کے مواقع کو اُمت مسلمہ میں اتحاد پیدا کرنے کا وسیلہ اور نادر موقع سمجھ کر استعمال کرنا چاہئے۔ مسلمانوں میں باہم بہت سے اختلافات ہوسکتے ہیں اور ہیں، لیکن نبی مکرم ﷺ کی حرمت وتقدس کے حوالے سے ان میں بہرحال کوئی اختلاف نہیں اور آپؐ کی محبت سب مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ لہٰذا محبتِ رسولؐ کو مسلمانوں میں بنائے اتحاد بنا کر اس اتحاد کو مزید مضبوط کرنے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں اور فرقہ وارانہ اختلافات، تعصّبات اور انتشار کو ہوا دینے والے اقدامات کے

www.KitaboSunnat.com

خلاف مؤثر لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے۔

⑥ مغربی فکر و تہذیب کا ردّ: مسلمانوں کا اس وقت حقیقی اور بڑا مسئلہ مغربی فکر سے مرعوبیت کے خاتمے اور مغرب کی ذہنی غلامی سے نجات کا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ حرمتِ رسول کی تحریک چلانے والے رہنما اور علماے کرام تدبر و حکمت سے اس تحریک کا رخ مغرب کی ملحدانہ فکر اور تہذیبی مظاہر سے تنفر کی طرف موڑ دیں مثلاً مغربی لباس کیوں پہنا جائے؟ سکول انگلش میڈیم کیوں ہوں؟ تعلیم مخلوط کیوں ہو؟..... وغیرہ۔ بعض لوگ سوچتے ہیں کہ اس تحریک کے نتیجے میں مسلمانوں میں امریکہ و یورپ دشمنی کے جذبات میں خود بخود اضافہ ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہو بھی تو یہ کافی نہیں ہے بلکہ اہم بات یہ ہے کہ ہمیں مغرب کی فکری و ذہنی غلامی سے نکلنا ہے۔ اگر ہم امریکہ کے خلاف سیاسی طور پر مردہ باد کے نعرے لگاتے رہیں، لیکن ہماری معیشت، معاشرت، تعلیم غرض ہر جگہ مغربی فکر و تہذیب کا غلبہ ہو تو اس مردہ باد کے نعرے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے اس امر پر بہت سنجیدگی سے سوچا جائے کہ آج کے مسلمانوں خصوصاً پڑھے لکھے افراد کو مغرب کی فکری و تہذیبی غلامی سے نکالنے کے لئے اقدامات کی ضرورت ہے اور اس حوالے سے حکومتی مدد کے بغیر دینی عناصر کے لئے کام کا وسیع میدان موجود ہے جس کا مرکزی نکتہ یہ ہونا چاہئے کہ مغربی فکر و تہذیب کو ردّ کر دیا جائے اور اس کی جگہ اسلامی اُصول و اقدار کو فروغ دیا جائے۔

⑦ اسبابِ ضعف کا خاتمہ: اور آخری بات یہ کہ مسلمانوں کو اس امر کا احساس کرنا چاہئے کہ آج ان کے پیغمبر کی توہین اس لئے ہو رہی ہے کہ وہ دنیا میں کمزور و ناتواں ہیں اور بین الاقوامی سطح پر ان کا کوئی وزن اور ان کی کوئی وقعت و اہمیت نہیں ہے۔ اگر آج وہ تنکے کی طرح ہلکے نہ ہوتے تو کس کی مجال تھی کہ ان کے پیغمبر ﷺ کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھتا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنا احتساب کریں، اپنی کمزوریاں دور کریں اور اسبابِ ضعف کا خاتمہ کریں۔ اپنے دین سے محکم وابستگی اختیار کریں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں احکامِ شریعت پر عمل کریں کہ یہی ان کے لئے منبع قوت ہے اور گہرے ایمان اور برتر اخلاق کے ساتھ ساتھ علم و تحقیق اور سائنس و ٹیکنالوجی میں بھی متحد ہو کر آگے بڑھیں اور طاقتور بنیں تاکہ دنیا ان کی بھی قدر کرے اور ان رہنماؤں کی بھی جنہیں وہ مقدس سمجھتے اور محترم گردانتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

حدیث وسنت حافظ محمد زبیر تیمی

چہرے کا پردہ، اَحادیث کی روشنی میں

اور

(بعض اہم اعتراضات کے جوابات)

ان روایت کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے بعض وہ روایت ہیں جو کہ صراحتاً ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں کے لیے چہرے کے پردے پر دلالت کر رہی ہیں اور بعض وہ ہیں جو کہ اشارتاً چہرے کے پردے پر دلالت کرتی ہیں۔ پہلے ہم ان روایت کو بیان کر رہے ہیں جو کہ اس مسئلے میں صریح ہیں۔

صراحتاً دلالت والی اَحادیث

① عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ (سنن ابی داود:۱۸۳۳)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ (حج کے دوران) قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتی تھیں، پس جب وہ ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے جلباب اپنے سر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیتی تھیں اور جب وہ قافلے آگے گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول دیتی تھیں۔''

اعتراض: بعض لوگوں نے اس حدیث کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص کیا ہے۔

جواب: اس حکم کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے حدیث میں صرف اپنا طرزِ عمل بیان نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفرِ حج کے دوران جتنی بھی خواتین ہوتی تھیں ان سب کے بارے میں بتلایا ہے کہ قافلوں کے قریب سے گزرنے پر وہ اپنے چہرے اپنی چادروں سے ڈھانپ لیتی تھیں۔ یہ حدیث عام ہے اور اس کی

www.KitaboSunnat.com

عمومیت کی تائید اگلی روایت سے بھی ہو رہی ہے۔

اعتراض: یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ علامہ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

جواب: ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے بارے میں علامہ البانی کے اقوال متناقض ہیں، علامہ نے اس حدیث کو ضعیف ابو داؤد (رقم:۱۸۳۳) میں 'ضعیف' کہا ہے جبکہ حجاب المرأة المسلمة (ص۳۲) اور مشكوة المصابيح (رقم:۲۶۹۰) میں اس کو 'صحیح' کہا ہے اسی طرح علامہ نے جلباب المرأة المسلمة (ص۱۰۸) میں اس کو 'حسن فی الشواهد' کہا ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، کیونکہ ایک حدیث' سند میں کسی راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے فی نفسہ ضعیف ہوتی ہے، لیکن اپنے جیسی بعض ہم معنی احادیث کی تائید کی صورت میں حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ اس روایت کی تائید دیگر شواہد سے ہوتی ہے جیسا کہ علامہ البانیؒ نے لکھا ہے اس لیے یہ روایت حسن ہے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد مختلف فیہ راوی ہے، جس کی وجہ سے بعض محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس راوی کا ضعیف ہونا ائمہ محدثین کے نزدیک اتفاقی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ امام مسلم نے بھی اس سے حدیث نقل کی ہے اور امام ذھبی نے اسے صدوق کہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علامہ البانیؒ نے اس روایت کو اس کے شواہد کی وجہ سے حسن کہا ہے اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔

② اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

«وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ» (صحیح بخاری:۱۸۳۸)

''اور حالتِ احرام میں کوئی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ ہی دستانے پہنے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"وهذا مما يدل على أن النقاب والقفازين كانا معروفين فى النساء اللاتى لم يحرمن وذلك يقتضى ستر وجوههن وأيديهن"

www.KitaboSunnat.com

(مجموعة رسائل فی الحجاب والسفور' جماعة من العلماء، ص۸۰)

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نقاب اور دستانے پہننا ان عورتوں میں معروف تھا جو کہ حالتِ احرام میں نہ ہوتی تھیں' اور یہ فعل اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو ڈھانپیں۔''

جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں نقاب اور دستانے پہننے سے منع فرمایا۔ گویا کہ جب عورتیں حالت احرام میں نہ ہوں تو اُس وقت وہ نقاب اور دستانے پہنیں گی۔

اعتراض: بعض ناقدین کا کہنا ہے کہ پہلی اور دوسری روایت آپس میں متضاد ہیں۔ پہلی روایت میں حالت احرام میں چہرہ چھپانے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایت میں حالت احرام میں نقاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

جواب: ہم یہ کہتے ہیں کہ حالت احرام میں عورت کو نقاب کرنے سے منع کیا گیا نہ کہ چہرہ چھپانے سے اور نقاب اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کہ خاص طور پر چہرہ چھپانے کے لیے سلوایا گیا ہو۔ دوسری حدیث میں عورت کو حالت احرام میں چہرہ چھپانے کے لیے سلا ہوا کپڑا استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً برقع وغیرہ، ہاں اگر عورت کسی ایسے کپڑے سے اپنا چہرہ حالت احرام میں چھپا لے کہ جو اس مقصد کے لیے نہ سلوایا گیا ہو تو جائز ہے چاہے یہ کپڑا اس کے چہرے سے بھی مس کر رہا ہو۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"ولو غطت المرأة وجهها بشيء لا يمس الوجه جاز بالاتفاق وإن كان يمسه فالصحيح أنه يجوز أيضا ولا تكلف المرأة أن تجافي سترتها عن الوجه لا بعود ولا بيد ولا غير ذلك فإن النبي ﷺ سوى بين وجهها ويديها وكلاهما كبدن الرجل لا كرأسه و وأزواجه كن يسدلن على وجوههن من غير مراعاة المجافاة ولم ينقل أحد من أهل العلم عن النبي ﷺ أنه قال: احرام المرأة في وجهها وإنما هذا قول بعض السلف لكن النبي ﷺ نهاها أن تنتقب أو تلبس القفازين كما نهى المحرم أن يلبس القميص والخف مع أنه يجوز له أن يستر يديه ورجليه باتفاق

www.KitaboSunnat.com

الأئمة و البرقع أقوى من النقاب فلهذا ينهى عنه باتفاقهم ولهذا كانت المحرمة لا تلبس مايصنع لستر الوجه كالبرقع ونحوه فانه كالنقاب" ④

(فتاوی ابن تیمیہ:۲۶/۱۱۲-۱۱۳)

''اگر عورت حالت احرام میں اپنا چہرہ کسی ایسی چیز سے چھپا لے جو اس کے چہرے کو مس نہ کرے تو علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اگر وہ ایسی چیز سے اپنا چہرہ چھپائے کہ جس اس کے چہرے کو مس کر رہی ہو تو صحیح قول یہ ہے یہ بھی جائز ہے عورت کو اس بات کا مکلّف نہیں بنایا جا سکتا کہ وہ چہرہ چھپانے والے کپڑے کو اپنے چہرے سے کسی لکڑی یا ہاتھ یا کسی اور چیز کے ذریعے دور رکھے، کیونکہ نبی ﷺ نے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو برابر قرار دیا ہے اور ان دونوں کا حکم وہی ہے جو کہ مرد کے بدن کا حکم ہے اور ان دونوں کو مرد کے سر کے ساتھ تشبیہ دینا جائز نہیں ہے۔آپ کی بیویاں اپنے چہروں پر کپڑا لٹکا لیا کرتی تھیں اور اس بات کا لحاظ نہیں کرتی تھیں کہ وہ ان کے چہرے سے علیحدہ رہے اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی نے آپؐ سے یہ نقل کیا ہے کہ'' عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے''۔ یہ بعض سلف کا قول ہے۔البتہ آپ نے عورت کے نقاب اور دستانے پہننے سے منع کیا ہے جیسا کہ مرد کو قمیص اور موزے پہننے سے اور مرد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اور پاؤں حالت احرام میں چھپا سکتا ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ برقع 'نقاب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے اس لیے اس کی ممانعت پر علماء کا اتفاق ہے۔اس لیے حالت احرام میں عورت ایسا لباس نہیں پہنے گی جو کہ چہرہ چھپانے کے لیے ہی بنایا گیا ہو جیسا کہ برقع وغیرہ ہے جو کہ نقاب ہی کی ایک شکل ہے۔''

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عورتیں حالت احرام کے بغیر بھی پردہ کرتی تھیں۔

صحابیات کے اس عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے کے پردہ کا درجہ وجوب کا ہے، کیونکہ صحابیات کا اپنے چہرے کو چھپانا درحقیقت آیت حجاب، آیت زینت، آیت جلباب وغیرہ پر عمل تھا۔

③ حضرت عائشہؓ 'قصة الإفك' والی روایت میں حضرت صفوانؓ کے بارے میں بیان

www.KitaboSunnat.com

فرماتی ہیں کہ

"وَكَانَ رَآنِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهٖ حِيْنَ عَرَفَنِيْ فَخَمَّرْتُ وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ" (صحیح بخاری:۴۱۴۱)

''اورانہوں نے مجھے حجاب (کے حکم کے نزول) سے پہلے دیکھا تھا' ان کے "اِنَّاللهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" کہنے کی وجہ سے میں بیدار ہوگئی، جبکہ انہوں نے مجھے پہچان لیا تھا، پس میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب سے ڈھانپ لیا۔''

یہ حدیث بھی عام ہے اس حدیث کو 'آیۃ الجلباب' یعنی سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس حدیث کی عمومیت کھل کر واضح ہو جاتی ہے۔

④ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ:يَرْحَمُ اللهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْاُوَلَ لَمَّا اَنْزَلَ اللهُ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ شَقَّقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا[6] (صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن)

''اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے پہل ہجرت کرنے والی مہاجر عورتوں پر رحم کرے! جب یہ آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر اُن کے دوپٹے بنا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔''

ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''(فاختمرن أی غطین) وجوههن یعنی حضرت عائشہؓ کے قول:فَاخْتَمَرْنَ کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا۔

اعتراض: بعض منکرین حجاب نے لغت عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ لکھا ہے کہ ابن حجر کا یہ ترجمہ ان کی منفرد رائے ہے اور لغت عربی میں خمار کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔

جواب: ہم ان منکرین حجاب کے جواب میں کہتے ہیں کہ خمار کا لفظ عربی زبان میں چہرہ ڈھانپنے کے لیے مستعمل ہے اور اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

www.KitaboSunnat.com

❁ حضرت فاطمہ بنت منذرؒ بیان کرتی ہیں:

"كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوْهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ" (موطا امام مالک، کتاب الحج، باب تخمیر المحرم وجهه، رقم:۷۲۴)

''ہم اپنے چہروں کو خمار (چادر) سے ڈھانپتی تھیں اس حال میں کہ ہم حالتِ احرام میں ہوتیں اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ہمارے ساتھ ہوتی تھیں''۔

❁ اسماعیل بن ابی خالد اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"كنا ندخل على أُم المؤمنين يوم التروية فقلت لها يا أم المؤمنين هنا امرأة تأبى أن تغطى وجهها وهى محرمة فرفعت عائشة خمارها من صدرها فغطت به وجهها" (التلخيص الحبير:۲/۲۷۲)

''ہم ۸ ذی الحجہ کو اُمّ المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو میں نے کہا اے اُمّ المؤمنین! یہاں ایک عورت ایسی ہے جو کہ حالت احرام میں اپنے چہرے کو چھپانے سے انکار کرتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے اس کا خمار (چادر) اس کے سینے سے اٹھایا اور اس سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔''

وہ عورت حالت احرام میں چہرہ ڈھانپنے کو اللہ کے رسول ﷺ کے بعض فرامین کی وجہ سے ناجائز سمجھ رہی تھی، جبکہ حضرت عائشہؓ نے اس کا چہرہ ڈھانپ کر اسے یہ بتلایا کہ حالتِ احرام میں چہرہ ڈھانپا جا سکتا ہے۔

❁ خود علامہ البانیؒ نے بھی حجاب المرأة المسلمة میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ خمار چہرے کو ڈھانپنے کے لیے بھی بعض اَوقات استعمال ہوجاتا تھا۔ علامہ البانیؒ ایک شعر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قل للمليحة فى الخمار المذهب
أفسدت نسك أخى التقى المذهب
نور الخمار ونور خدك تحته
عجبا لوجهك كيف لم يتلهب
فقد وصفها بأن خمارها كان على وجهها أيضاً

(حجاب المرأة المسلمة ص۳۳)

www.KitaboSunnat.com

''تو ملیحہ سے جا کر کہہ دے کہ تو نے اپنے سنہری خمار (چادر) کی وجہ سے میرے درویش صفت بھائی کے تقویٰ اور مذہب کو خراب کر دیا ہے۔ خمار (چادر) کا نور اور پھر اُس کے نیچے تیرے رخساروں کا نور ہے۔ مجھے تیرے چہرے پر تعجب ہے کہ وہ (اتنے نور کے باوجود) ابھی تک شعلہ کیوں نہیں مار رہا! شاعر نے اپنی محبوبہ کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ اُس کا خمار اُس کے چہرے پر بھی تھا۔'' علامہ البانی کا کلام ختم ہوا۔

محل استشہاد نور الخمار ونور خدك تحته ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین کی اپنی لغت میں 'خمار' کا لفظ چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال کرتے تھے اب اس کے بعد کوئی اگر یہ مطالبہ کرے کہ مجھے لسان العرب، القاموس المحیط اور مقاییس اللغۃ جیسی لغت عربی کی کتب سے یہ نکال کر دکھاؤ کہ لفظ 'خمار' چہرہ ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کے بارے میں ہم یہی کہیں گے :﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا﴾

④ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَفْلَحَ اَخَا اَبِی الْعُقَيْسِ جَاءَ يَسْتَاْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ اَنْ نَزَلَ الْحِجَابُ فَاَبَيْتُ اَنْ آذَنَ لَهٗ فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِیْ صَنَعْتُ فَاَمَرَنِیْ اَنْ آذَنَ لَهٗ (صحیح بخاری:۵۱۰۳)

''حضرت عائشہؓ اپنے رضاعی چچا اُفلح کے بارے میں بیان کرتی ہیں جو کہ ابوعقیس کے بھائی تھے کہ انہوں نے مجھ سے حجاب کی آیات نازل ہونے کے بعد گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی تو میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں نے آپؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں افلح کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دوں۔''

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی تشریح میں بیان کرتے ہیں:

"وفيه وجوب احتجاب المرأة من الرجال الأجانب"

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کا اجنبی مردوں سے پردہ کرنا واجب ہے''۔

حضرت عائشہؓ کا پہلے یہی خیال تھا کہ اپنے رضاعی چچا سے بھی پردہ ہے، اس لیے انہوں نے اپنے رضاعی چچا کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ

www.KitaboSunnat.com

کے بتانے پر کہ رضاعی چچا سے عورت کا پردہ نہیں ہے' آپؓ نے اپنے چچا کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ يُسَمّٰى اَفْلَحَ اسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَحَجَبَتْهُ فَاَخْبَرَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا :«لَا تَحْتَجِبِيْ مِنْهُ» " (صحیح مسلم:۱۴۴۵)

''حضرت عروہ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے خبر دی کہ ان کے رضاعی چچا افلح نے ان کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عائشہؓ نے ان سے پردہ کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اس معاملے کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: ''اس سے پردہ نہ کرو۔''

⑤ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَقْفَلَهٗ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَقَدْ اَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهٗ فَصُرِعَا جَمِيْعًا فَاقْتَحَمَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَ كَ قَالَ: «عَلَيْكَ الْمَرْاَةَ» فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلٰى وَجْهِهٖ وَاَتَاهَا فَاَلْقَاهُ عَلَيْهَا وَاَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا وَاكْتَنَفْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ:«آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ» فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ (صحیح بخاری:۳۰۸۵)

''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم عسفان سے واپسی کے وقت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جبکہ آپؐ اونٹنی پر سوار تھے اور آپؐ کے پیچھے حضرت صفیہؓ تھیں۔ اچانک اونٹنی نے ٹھوکر کھائی اور اللہ کے رسول ﷺ حضرت صفیہؓ سمیت نیچے گر گئے۔ حضرت ابوطلحہؓ فوراً آپؐ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ مجھے آپؐ پر فدا کرے! آپؐ نے فرمایا: ''عورت کی خبر لو''۔ حضرت ابوطلحہؓ نے کپڑا اپنے منہ پر ڈالا اور حضرت صفیہؓ کے پاس آئے' پھر اپنا کپڑا اُن پر ڈال دیا اور آپؐ اور حضرت صفیہؓ کی سواری کو درست کیا تو وہ دونوں سوار ہو گئے۔ اس کے بعد ہم آپؐ کے آس پاس رہے، جب ہم مدینہ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: «آيِبُوْنَ' تَائِبُوْنَ' عَابِدُوْنَ' لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ» اور مدینہ میں داخل ہونے کے

www.KitaboSunnat.com

وقت تک آپؐ برابر یہی دعا پڑھتے رہے۔''

ایک اور روایت میں الفاظ ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو جب اپنے ساتھ سوار کیا تھا تو ان کے چہرے پر ایک چادر ڈال دی تھی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''وَسَتَرَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَحَمَلَهَا وَرَاءَ هٗ وَجَعَلَ رِدَاءَ هٗ عَلٰى ظَهْرِهَا وَوَجْهِهَا'' (اخرجہ ابن سعد بحوالہ حجاب المرأة المسلمة، ص ۴۹، ۵۰)

''اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو ڈھانپا اور انہیں اپنے پیچھے (اونٹ پر) سوار کیا اور اپنی چادر حضرت صفیہ کی کمر اور چہرے پر ڈال دی۔''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن حضرت صفیہؓ کے ساتھ قیام فرمایا تو مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کے ساتھ نکاح کیا ہے یا ان کو لونڈی بنا کر رکھا ہے' تو بعض صحابہ کرامؓ کہنے لگے:

''اِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّأَ لَهَا خَلْفَهٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ'' (صحیح بخاری: ۴۲۱۳)

''اگر آپؐ نے ان سے پردہ کروایا تو وہ اُمّہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر آپؐ نے ان سے پردہ نہ کروایا تو وہ آپؐ کی لونڈی ہوں گی۔ پس جب آپؐ نے وہاں سے کوچ کیا تو حضرت صفیہؓ کو پیچھے بٹھا لیا اور پردہ کھینچ دیا۔''

یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ کے زمانے میں حرائر (آزاد عورتوں) کے لیے پردہ تھا' جبکہ لونڈیوں کے لیے پردہ نہ تھا۔

⑥ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ طائف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ اور مکہ کے درمیان مقام جعرانہ پر پڑاؤ ڈالا اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ آپؐ نے ایک پیالے میں پانی منگوا کر اس سے دونوں ہاتھ اور منہ دھوئے اور اس میں کلی بھی کی۔ پھر آپؐ نے ہم دونوں سے کہا کہ اس پانی کو پی لو' اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور خوشخبری حاصل کرو' تو ہم نے ایسے ہی کیا۔

فَنَادَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّكُمَا فَاَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً (صحیح بخاری: ۴۳۲۸)

www.KitaboSunnat.com

''تو حضرت اُمّ سلمہؓ نے پردے کے پیچھے سے کہا کہ اپنی ماں کے لیے بھی کچھ پانی چھوڑ دینا تو انہوں نے اس میں سے کچھ پانی ان کے لیے چھوڑ دیا۔''

یہ حدیث بھی عام ہے اور اس کی عمومیت کی دلیل اگلی حدیث ہے۔

⑦ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: اَوْمَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَبَضَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهٗ فَقَالَ: «مَا اَدْرِيْ اَيَدُ رَجُلٍ اَمْ يَدُ امْرَأَةٍ» قَالَتْ:بَلِ امْرَأَةٌ قَالَ:«لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ اَظْفَارَكِ يَعْنِيْ بِالْحِنَّاءِ» (سنن ابی داود:۱۳۷)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا اس حال میں کہ اس عورت کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے'' تو اس عورت نے کہا کہ میں عورت ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''اگر تو عورت ہے تو اپنے ناخنوں کو مہندی لگا کر تبدیل کرو (تاکہ مرد اور عورت میں فرق ہو سکے)۔''

اس حدیث میں عورت کا پردے کے پیچھے سے آپؐ کو خط دینا یہ واضح کر رہا ہے کہ عورتیں آپؐ کے زمانے میں جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو پردے میں ہوتی تھیں۔

یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورت کے لیے اپنے ہاتھ اور اس کی زینت مثلاً مہندی وغیرہ کا اظہار اجنبی افراد کے سامنے جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں آپ کے زمانے میں اجنبی افراد سے پردہ کرتی تھیں، لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ پردہ واجب تھا یا سنت؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پردہ واجب تھا۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اس کے واجب ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابیات کا یہ پردہ کرنا قرآنی آیات و احکام حجاب پر عمل تھا اور قرآنی آیات و احکام حجاب سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ واجب ہے۔

اِشارتاً دلالت والی اَحادیث

اب ہم چند ان روایت کا تذکرہ کریں گے جو کہ چہرے کے پردے پر اشارتاً دلالت کرتی ہیں:

www.KitaboSunnat.com

⑧ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ «مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ» فَقَالَتْ اُمُّ سَلْمَةَ : فَکَیْفَ یَصْنَعْنَ النِّسَاءُ بِذُیُوْلِهِنَّ؟ قَالَ:«یُرْخِیْنَ شِبْرًا» فَقَالَتْ:اِذًا تَنْکَشِفُ أَقْدَامُهُنَّ قَالَ: «فَیُرْخِیْنَهٗ ذِرَاعًا لَا یَزِدْنَ عَلَیْهِ» (سنن ترمذی:۱۷۳۱)

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی اپنے کپڑے کو تکبر کے باعث کھینچے (یعنی لٹکائے) گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ کرم نہ کرے گا'' تو حضرت اُم سلمہؓ نے سوال کیا :عورتیں اپنے پلو کا کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: ''اسے ایک بالشت لٹکا لیں''۔حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کی: تب تو ان کے پاؤں ننگے رہ جائیں گے۔آپؐ نے فرمایا:''تو وہ ایک ہاتھ لٹکا لیں' لیکن اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔''

یہ حدیث واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ عورت کے لیے اپنے قدم یعنی پاؤں کا ڈھانپنا واجب ہے۔تو جب پاؤں کا ڈھانپنا واجب ہے تو چہرے کا ڈھانپنا بالاولیٰ واجب ہے، کیونکہ چہرے کو کھلا رکھنے میں پاؤں کی نسبت زیادہ فتنے کا اندیشہ ہے۔

⑨ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ:«اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَآءِ» فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ: یَا رَسُوْلَ اللهِ!اَفَرَاَیْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: «اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ» (صحیح بخاری:۵۳۳۲)

''حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں پر داخل ہونے سے بچو (یعنی مردوں کا عورتوں کی محفلوں میں جانا ممنوع ہے)'' تو انصار میں سے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا شوہر کے قریبی رشتہ داروں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''شوہر کے قریبی رشتہ دار تو موت ہیں۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو عورتوں سے معاملہ کرتے وقت اُن کے سامنے آنے سے منع فرمایا۔یعنی اگر کوئی معاملہ کرنا ہے تو آیت قرآنی ﴿فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ کے مصداق پردے کے پیچھے سے ہونا چاہیے۔علاوہ ازیں یہ حدیث اختلاطِ مرد وزن کی ممانعت کی بھی واضح دلیل ہے۔

www.KitaboSunnat.com

⑩ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ» (سنن ترمذی:۱۱۷۳)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت تو چھپانے کی چیز ہے۔ جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔''

اس حدیث میں عورت کو 'عورۃ' کہا گیا ہے' یعنی چھپانے کی شے۔ اس سے مراد ہے کہ عورت کا سارا جسم 'عورۃ' ہے جس کو چھپانا چاہیے، اس سے مستثنیٰ وہی ہے جس کو قرآن نے 'إلا ما ظهر منها' کے الفاظ میں بیان کر دیا ہے یعنی جن کے چھپانے میں مشقت ہو اور وہ عورت کے ہاتھ، کپڑے، آنکھیں اور ان کی زینت وغیرہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کو اسلام پسند نہیں کرتا، اس سے ملتی جلتی بعض روایات میں الفاظ ہیں:

"إن المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان وأقرب ما تكون من وجه ربها و هي في قعر بيتها" (عارضة الأحوذی شرح سنن ترمذی: ج۳/ص۹۲)

''عورت تو چھپانے کی چیز ہے۔ جب یہ (گھر سے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔ اور عورت اپنے رب کی رضا سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر میں ہی گوشہ نشین ہو جائے۔''

ابن العربی نے 'عارضة الأحوذی :۹۲/۳' میں، ابن القطان نے 'أحكام النظر: ۱۳۷' میں جبکہ علامہ البانی نے 'صحيح الترغيب:۳۴۶' میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو 'حسن غریب' کہا ہے۔ ابن حزم نے 'المحلی :۲۰۱/۴' میں اسے قابل احتجاج کہا ہے۔

⑪ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَأَةً اَخْطُبُهَا فَقَالَ: «اِذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ اَجْدَرُ اَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا» فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا اِلٰى اَبَوَيْهَا وَاَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَاَنَّهُمَا كَرِهَا ذٰلِكَ، قَالَ فَسَمِعَتْ ذٰلِكَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ فِيْ خِدْرِهَا فَقَالَتْ: اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَمَرَكَ اَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ وَاِلَّا

www.KitaboSunnat.com

فَانْشُدُكَ كَاَنَّهَا اَعْظَمَتْ ذٰلِكَ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا» (سنن ابن ماجہ:۱۸۶۶)
''میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپؐ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ کیا جس سے میں منگنی کرنا چاہتا تھا تو آپؐ نے فرمایا: ''جا کر پہلے اس کو (ایک نظر) دیکھ لو، یہ بات تمہارے مابین محبت کا باعث ہوگی۔'' میں انصار کی ایک عورت کے پاس آیا تو میں نے اس کے والدین سے نکاح کی بات کی اور انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بارے میں بتایا۔ والدین نے لڑکی کے دیکھنے کو ناپسند کیا۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے میری بات سن لی اور وہ پردے میں کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے کہا کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دیکھ لو اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ ایسا نہ کرنا۔ گویا اس عورت نے اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان کو بڑا جانا۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا اور پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب ایک مرد ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجتا تھا تو اس کے باوجود بھی دیکھ نہ سکتا تھا۔

اس روایت کو امام ترمذی نے 'سنن الترمذي :۱۰۸۷' میں جبکہ امام بغوی نے 'شرح السنة :۱۴/۵' میں 'حسن' کہا ہے۔ ابن القطان نے اس روایت کو 'أحكام النظر :۳۸۷' میں' ابن الملقن نے 'البد ر المنير :۵۰۳/۷' میں جبکہ علامہ البانی نے 'صحیح ابن ماجہ :۱۵۲۴' میں اسے صحیح کہا ہے۔

ابن فارس نے مقاييس اللغة میں لفظ خدر کے چار بنیادی معنوں کا تذکرہ کیا ہے: اندھیرا، پردہ، دیر لگانا اور ٹھہرانا۔ ہم نے اس حدیث کے ترجمے میں خدر کا ترجمہ 'پردہ' کیا ہے۔ ہمارا یہ ترجمہ لغت کے ساتھ ساتھ حدیث سے بھی ثابت ہے۔ علامہ سندی نے ابن ماجہ کی شرح میں خدر ھا کا ترجمہ سترھا کیا ہے، کیونکہ بعض احادیث میں یہ لفظ 'پردے' کے معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

"مر بامرأة وهي في خدرها معها صبي فقالت ألهذا حج قال نعم ولك أجر"
''اللہ کے رسول ﷺ کا ایک عورت کے پاس سے گزر ہوا جو کہ پردہ بھی تھا اور اس کے ساتھ

www.KitaboSunnat.com

ایک بچہ بھی تھا تو اس نے سوال کیا، کیا اس کے لیے بھی حج ہے تو آپ نے فرمایا ہاں' اور تیرے لیے اس کا اجر ہے۔''

⑫ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ:خَطَبْتُ امْرَأَةً فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّأُ لَهَا حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهَا فِيْ نَخْلٍ لَهَا فَقِيْلَ لَهٗ اَتَفْعَلُ هٰذَا وَاَنْتَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:«اِذَا اَلْقَى اللّٰهُ فِيْ قَلْبِ امْرِئٍ خِطْبَةَ امْرَأَةٍ فَلَا بَأْسَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهَا» (سنن ابن ماجہ:۱۸۶۴)

''حضرت محمد بن مسلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا اور میں اس کو چوری چھپے دیکھنے کی کوشش کرنے لگ گیا' حتیٰ کہ ایک دن وہ عورت اپنے باغ میں گئی تو میں نے (موقع پا کر) اس کو دیکھ لیا تو مجھ سے لوگوں نے کہا: آپ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے ''جب کسی مرد کا کسی عورت سے شادی کا ارادہ ہو تو اس کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

اللہ کے رسول ﷺ کے یہ الفاظ کہ فَلَا بَأْسَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَيْهَا اس بات کی دلیل ہیں کہ اگر کسی عورت سے نکاح کی خواہش ہو تو اس کو دیکھنے کی رخصت ہے، اس کے علاوہ نہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کا تکلف کر کے اس عورت کو دیکھنے کی کوشش کرنا اور اس کے باجود نہ دیکھ پانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عورتیں اس زمانے میں حجاب کرتی تھیں۔اسی طرح اگر وہ عورت بھی حجاب نہ کرتی ہوتی تو حضرت محمد بن مسلمہؓ کو چوری چھپے تکلف کر کے اس خاتون کو دیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

اعتراض: بعض ناقدین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ اس میں ایک راوی 'حجاج بن ارطاۃ' ضعیف ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث قابل حجت نہیں ہے۔

جواب:

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ البانی نے (إرواء الغليل :۱۷۹۱) میں اور (صحیح ابو داؤد:۲۰۸۲) میں 'حسن' کہا ہے۔

علاوہ ازیں یہ حدیث سنن ابن ماجہ: کتاب النکاح' باب فی الرجل ینظر إلی المرأة میں بھی ایک دوسری سند کے ساتھ موجود ہے اور اس کی اس سند میں حجاج بن ارطاۃ راوی نہیں

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس حدیث کو اس سند کے ساتھ علامہ البانی نے 'صحیح ابن ماجہ:۱۵۲۲' میں 'صحیح' کہا ہے۔

⑬ عَنْ اُمِّ عَطِیَّةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ:اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْحُیَّضَ یَوْمَ الْعِیْدَیْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَیَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَیَعْتَزِلُ الْحُیَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ ، قَالَتِ امْرَأَةٌ یَارَسُوْلَ اللهِ اِحْدَانَا لَیْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ : «لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا» (صحیح بخاری:۳۵۱)

''حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حیض والی اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین کے دن نکالیں، وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں حاضر ہوں، اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسولﷺ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: ''اس کی سہیلی اس کو اپنی چادر میں شریک کرے۔''

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اللہ کے رسولﷺ کے زمانے میں بغیر چادر باہر نکلنے کا کوئی تصور بھی نہ تھا۔ چادر کے لیے اس حدیث میں 'جلباب' کا ذکر آیا ہے۔ جلباب وہ چادر ہے جو کہ آپؐ کے زمانے میں ازواج مطہرات اور مؤمن عورتیں گھر میں بھی اور گھر کے باہر بھی استعمال کرتی تھیں ۔گھر میں یہ چادر نماز وغیرہ کے لیے استعمال ہوتی تھی اس لیے عورتیں اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ جسم کو ڈھانپتی تھیں، لیکن گھر سے باہر نکلتے وقت اُمہات المؤمنین اور عام مؤمن عورتیں اسی چادر سے اپنے جسم کے علاوہ اپنے چہرے کو بھی چھپا لیتی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی بخاری کی روایت «فخمرت وجهي بجلبابي» سے ظاہر ہے۔

✵ ✵ ✵

اِعتــذار

ماہنامہ 'محدث' جون ۲۰۱۰ء، ص۴۶ پر مضمون 'وجودِ باری تعالیٰ؛ سائنس کی نظر میں' کے مصنف ڈاکٹر کریسی موریسن کا تعارف غلطی سے (پروفیسر کلیة الدراسات الإسلامیة ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) شائع کر دیا گیا جب کہ موصوف کا تعارف یوں پڑھا جائے: (سابق صدر نیویارک اکیڈمی آف سائنس، امریکہ) قارئین تصحیح فرما لیں!

www.KitaboSunnat.com

حدیث وسنت حافظ زبیر علی زئی

ڈاکٹر طاہر القادری اور موضوع روایات کی ترویج

✧ یہ بات بالکل سچ اور حق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لا تكذبوا عليّ فإنه من كذَب عليّ فليلِج النار»

''مجھ پر جھوٹ نہ بولو، کیونکہ بیشک جس نے مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگا۔'' (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ ح ۱۰۶، صحیح مسلم: ۱)

✧ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« من حدّث عني بحديث يرٰى أنه كذب فهو أحد الكاذبين »

''جس نے مجھ سے ایسی حدیث بیان کی جس کا جھوٹ ہونا معلوم ہو، تو وہ شخص جھوٹوں میں سے ایک (یعنی جھوٹا) ہے۔'' (صحیح مسلم قبل ح ۱، ترقیم دارالسلام: ۱)

✧ ان احادیث اور دیگر دلائل کو مدنظر رکھ کر علماے کرام نے فرمایا کہ موضوع (یعنی جھوٹی، من گھڑت) روایت کا بیان کرنا حلال نہیں ہے۔ حافظ ابن الصلاح نے فرمایا:

"اعلم أن الحديث الموضوع شر الأحاديث الضعيفة ولا تحل روايته لأحد عَلِم حاله في أي معنى كان إلا مقرونًا بِبَيان وضعه "

(مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح ص ۱۳۰، ۱۳۱، دوسرا نسخہ ص ۲۰۱)

''جان لو کہ بے شک موضوع حدیث ضعیف اَحادیث میں سب سے بری ہوتی ہے اور حال معلوم ہونے کے بعد کسی شخص کے لئے اس کی روایت حلال نہیں ہے، چاہے جس معنی میں (بھی) ہو، سوائے اس کے کہ اُس کے موضوع ہونے کا ذکر ساتھ بیان کر دیا جائے۔''

مگر افسوس ہے اُن لوگوں پر جو اَحادیث نبویہ اور آثارِ صحیحہ کے باوجود جھوٹی اور بے اصل روایتیں مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اور آخرت کی پکڑ سے ذرّہ بھر بھی نہیں ڈرتے۔

✧ ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا: ایک شخص کی باچھیں چیری جا رہی ہیں۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۳۸۶) یہ عذاب اس لئے ہو رہا تھا کہ وہ شخص

www.KitaboSunnat.com

جھوٹ بولتا تھا، لہٰذا آپ غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے یا جھوٹ پھیلانے والے کو کتنا بڑا عذاب ہوگا!؟

✧ رسول ﷺ نے فرمایا: «وإياكم والكذب» (صحیح مسلم: ۲۶۰۷، ترقیم دارالسلام: ۶۶۳۹)
''اور (تم سب) جھوٹ سے بچ جاؤ۔''

✧ حافظ ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی (متوفی ۴۵۶ھ) نے لکھا ہے:
"وأما الوضع في الحديث فباقٍ ما دام إبليس وأتباعه في الأرض"
''اور اس وقت تک وضعِ حدیث (کا فتنہ) باقی رہے گا، جب تک ابلیس اور اُس کے پیروکار رُوئے زمین پر موجود ہیں۔'' (المحلی: ۱۳/۹ مسئلہ: ۱۵۱۴)

معلوم ہوا کہ شیطان اور اُس کے چیلوں کی وجہ سے جھوٹی روایات گھڑنے اور ان کے پھیلانے کا فتنہ قیامت تک باقی رہے گا، لہٰذا ہر انسان کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے اور اپنی خیر منانی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ٹھکانا جہنم مقرر کر دیا گیا ہو اور بندہ اپنے آپ کو بڑا نیک، جنتی، مبلغ اور عظیم سکالر سمجھتا رہے!

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ جھوٹی روایات پھیلانے اور غلط بیانیاں لکھنے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری☆ بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں، جس کی فی الحال دس (۱۰) مثالیں مع ثبوتِ وضع پیشِ خدمت ہیں:

❶ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سفید ٹوپی تھی جسے آپ پہنا کرتے تھے، وہ آپ کے سرِ اقدس پر جمی رہتی تھی۔
(المنهاج السوي ص ۷۷۰ ح ۹۸۵ بحوالہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق ۱۹۳/۴ [دوسرا نسخہ ۳۳۳/۴] کنز العمّال ۱۲۱/۷ ح ۱۸۲۸۵)

☆ موصوف کی تحریروں میں موضوع روایات گاہے بگاہے سامنے آتی رہتی ہیں۔ زیرِ نظر مضمون کی وضعی روایات کی طرح ان کی اپنی سند سے بیان کردہ ایک روایت 'مسلسل بالمصافحہ' (قال رسول اللہ ﷺ من صافحني وصافح من صافحني إلى أربع دخل الجنة) بھی ہے جسے شہرِ اعتکاف میں ڈاکٹر صاحب کی طرف سے باقاعدہ سند کے طور پر تقسیم کیا جاتا رہا ہے اور اس کی رپورٹ ماہنامہ 'منہاج القرآن' میں بھی شائع ہوتی رہی ہے۔ ماہنامہ 'محدث' مارچ ۲۰۰۶ء میں 'روایت مسلسل بالمصافحہ کا تحقیقی جائزہ' از کامران طاہر کے نام سے اس خود ساختہ روایت کا تفصیلی رد بھی قابل مطالعہ ہے۔ (ادارہ)

www.KitaboSunnat.com

اس روایت کو طاہر القادری صاحب نے بطورِ حجت اپنی کتاب میں پیش کیا ہے، حالانکہ اسکی سند میں عاصم بن سلیمان کوزی راوی ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن عدی نے فرمایا:

" یعدّ فیمن یضع الحدیث " (الکامل لابن عدي ۵/۱۸۷۷، دوسرا نسخہ ۶/۴۱۲)

''اُس کا شمار اُن لوگوں میں ہے جو حدیث گھڑتے تھے۔''

امام دارقطنی نے فرمایا:"بصري کذاب عن هشام وغیره"

''ہشام (بن عروہ) وغیرہ سے روایت کرنے والا بصری جھوٹا ہے۔''(الضعفاء والمتروکین:۴۱۲)

❷ کئی مجہول راویوں کی ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"إذا کان یوم القیامة ناذی منادٍ یا محمد! قُم فادخل الجنة بغیر حساب، فیقوم کل من اسمه محمّد فیتوهم أن النداء له فلکرامة محمد لایُمنعون" (اللآلی المصنوعة في الأحادیث الموضوعة للسیوطي:۱/۱۰۵)

''جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پکارے گا: اے محمد! اُٹھ کر جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جاؤ، تو ہر وہ شخص جس کا نام محمد ہوگا یہ سمجھتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوگا کہ یہ نداء اُس کے لئے ہے، پس محمد ﷺ کی کرامت (بزرگی) کے سبب انھیں منع نہیں کیا جائے گا۔''

یہ روایت بیان کر کے جلال الدین سیوطی نے فرمایا:

" هذا معضل، سقط منه عدة رجال، والله أعلم " (ایضاً:ص۱۰۵،۱۰۶)

''یہ معضل (یعنی شدید منقطع) ہے، اس سے کئی راوی گر گئے ہیں۔ واللہ اعلم''

محدثین کی اصطلاح میں 'معضل' اُس روایت کو کہتے ہیں جس کے'' درمیان سند سے دو متوالی راویوں کو چھوڑ دیا جائے۔'' (دیکھئے تذکرة المحدثین از غلام رسول سعیدی، ص۳۴)

متوالی کا مطلب ہے: اوپر نیچے، پے در پے، لگاتار۔

سیوطی کی بیان کردہ اس موضوع اور معضل روایت کو علی بن برہان الدین حلبی شافعی (متوفی ۱۰۴۴ھ) نے اپنی کتاب 'انسان العیون' یعنی السیرة الحلبیة میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

"وفي حدیثٍ معضلٍ: إذا کان یوم القیامة ... " (۱/۸۳، دوسرا نسخہ:۱/۱۳۵)

اس روایت کو طاہر القادری صاحب نے اپنی علمیت کا اظہار کرتے ہوئے درج ذیل الفاظ

www.KitaboSunnat.com

میں نقل کیا ہے: ''مُعضل سے مروی حدیثِ مبارکہ میں ہے: إذا کان یوم القیامة ...''

(تبرک کی شرعی حیثیت، ص ۵۸، اشاعت سوم، ستمبر ۲۰۰۸ء)

گویا کہ طاہر القادری صاحب کے نزدیک **معضل** نامی کوئی راوی تھا، جس سے یہ موضوع حدیث مروی ہے۔ سبحان اللہ !!

اُصولِ حدیث کی اِصطلاح **معضل** (یعنی منقطع) کو راوی بنا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی طاہر القادری صاحب بہت بڑے 'ڈاکٹر' اور 'پروفیسر' ہیں۔ سبحان اللہ !

❸ ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ! (اے نبی کریم ﷺ) میں کسی ایسے شخص کو آگ کا عذاب نہیں دوں گا جس کا نام آپ کے نام پر (یعنی محمد) ہوگا۔ (إنسان العیون یعنی السیرة الحلبیة: ۱/۸۳، دوسرا نسخہ: ۱/۱۳۵)

اس روایت کو طاہر القادری صاحب نے روایت نمبر ا قرار دے کر بحوالہ انسان العیون بطورِ حجت پیش کیا ہے، حالانکہ انسان العیون (السیرة الحلبیة) نامی کتاب میں اس کی کوئی سند یا حوالہ موجود نہیں ہے۔

علامہ عجلونی حنفی اور ملا علی قاری نے بتایا کہ اسے ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: کشف الخفاء ومُزیل الإلباس: ۱/۳۹۰ ح ۱۲۴۵، الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: ص ۲۰۱ رقم ۱۹۲)

ابونعیم والی روایت کی سند سیوطی کی کتاب ذیل اللآلي المصنوعة (ص ۲۰۱) میں موجود ہے اور ابونعیم کی سند سے ہی اسے مسند الفردوس میں نقل کیا گیا ہے۔ دیکھئے مسند الفردوس اور اس کا حاشیہ (۳/۲۲۰ ح ۴۴۹۱ وقال في الأصل: نبیط بن شریط)

اس کے راوی احمد بن اسحٰق بن ابراہیم بن نبیط بن شریط کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: "لا یحل الاحتجاج به فإنه کذاب" ''اس سے حجت پکڑنا حلال نہیں، کیونکہ وہ کذاب (جھوٹا) ہے۔'' (میزان الاعتدال: ۱/۸۳ ت ۲۹۶، لسان المیزان: ۱/۱۳۶)

کذاب کے موضوع نسخے سے روایت کو 'مشہور حدیثِ مبارکہ' کہہ کر بطورِ حجت نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بیان کرنیوالا ڈاکٹر طاہر القادری ترویج اکاذیب میں مصروف ہے۔

www.KitaboSunnat.com

❹ ایک روایت میں آیا ہے کہ آدمؑ نے (سیدنا) محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے دعا کی تھی۔ طاہر القادری صاحب نے اس روایت کو بحوالہ المستدرك للحاكم (۲/۶۱۵) نقل کر کے لکھا ہے:

''اس حدیث پاک کو جن اجل علماء اور ائمہ وحفاظ حدیث نے اپنی کتب میں نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

① البيهقي في الدلائل، ۵:۴۸۹ ② ابونعیم فی الحلیة، ۹:۵۳

③ التاريخ الكبير، ۷:۳۷۴ ④ المعجم الصغير للطبراني، ۲:۸۲

⑤ الهيثمي في مجمع الزوائد، ۸:۱۵۳ ⑥ ابن عدي في الكامل، ۴:۱۵۸۵

⑦ الدر المنثور، ۱:۶۰ ⑧ الآجري في الشريعة ۴۴۲۔۴۲۵

⑨ فتاوٰی ابن تيميه، ۲:۱۵۰''

(عقیدۂ توحید اور حقیقتِ شرک، ص ۲۶۶، اشاعت ہفتم، جون ۲۰۰۵ء)

اس عبارت میں طاہر القادری صاحب نے نو (۹) مذکورہ کتابوں اور علماء کے بارے میں نو (۹) عدد غلط بیانیاں کی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① امام بیہقی نے اس روایت کو صحیح نہیں کہا، بلکہ فرمایا:

''تفرّد به عبدالرحمٰن بن زيد ابن أسلم من هذا الوجه عنه وهو ضعيف (والله أعلم)'' (دلائل النبوة: ۵/۴۸۹، طبع دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

''اس سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم منفرد ہوا، اور وہ ضعیف ہے۔'' (واللہ اعلم)

امام بیہقی نے تو راوی کو ضعیف قرار دیا ہے اور قادری صاحب کہہ رہے ہیں کہ اُنہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ!

② حافظ ابونعیم الاصبہانی کی کتاب حلية الأولياء (۹/۵۳) میں یہ روایت نہیں ملی اور نہ اسے ابونعیم کا صحیح قرار دینا ثابت ہے۔

③ التاريخ الكبير سے مراد اگر امام بخاری کی کتاب التاريخ الكبير ہے تو یہ روایت وہاں نہیں ملی اور نہ امام بخاری سے اسے صحیح قرار دینا ثابت ہے۔ اگر التاريخ الكبير سے مراد کوئی دوسری کتاب ہے تو اس کی صراحت کیوں نہیں کی گئی بلکہ یہ تو صریح تدلیس ہے۔

www.KitaboSunnat.com

④ المعجم الصغير للطبراني (۸۲/۲، ۸۳ ح ۱۰۰۵، بترقیمی) میں یہ روایت موجود ہے لیکن امام طبرانی نے اسے صحیح قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا: یہ (سیدنا) عمرؓ سے صرف اسی اسناد (سند) کے ساتھ مروی ہے، احمد بن سعید نے اس کے ساتھ تفرد کیا ہے۔

⑤ حافظ ہیثمی نے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا، بلکہ لکھا ہے:

"رواه الطبراني في الأوسط والصغير وفيه من لم أعرفهم"

''اسے طبرانی نے الأوسط اور الصغیر میں روایت کیا اور اس میں ایسے راوی ہیں جنھیں میں نہیں جانتا۔'' (مجمع الزوائد: ۲۵۳/۸)

⑥ ابن عدی کی کتاب الکامل کے محولہ صفحے بلکہ ساری کتاب میں یہ روایت نہیں ملی۔

⑦ درّ منثور (۱/ ۵۸، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۳۱) میں یہ روایت بحوالہ المعجم الصغير للطبراني، حاكم، الدلائل لأبي نعيم، الدلائل للبيهقي اور ابن عساکر موجود ہے، لیکن اسے صحیح قرار نہیں دیا گیا۔

⑧ الآجري نے اسے صحیح قرار نہیں دیا۔ (الشریعہ: ص ۴۲۷، ۴۲۸ ح ۹۵۶، دوسرا نسخہ: ۱۴۱۵/۳)

⑨ حافظ ابن تیمیہؒ نے اس روایت کو بحوالہ ابونعیم في دلائل النبوة نقل تو کیا ہے مگر صحیح قرار نہیں دیا، بلکہ عرش کے بارے میں صحیح اَحادیث کی تفسیر کے طور پر نقل کیا۔ (دیکھئے: مجموع فتاویٰ: ۱۵۰/۲، ۱۵۱) بلکہ ابن تیمیہؒ نے بذاتِ خود اس روایت پر جرح کی، فرمایا:

''اس حدیث کی روایت پر حاکم پر انکار کیا گیا ہے، کیونکہ اُنہوں نے خود (اپنی) کتاب المدخل میں کہا: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے موضوع حدیثیں روایت کیں... (قاعدة جليلة في التوسل والوسيلة ص ۸۵، مجموع فتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۴۔۲۵۵)

فائدہ: مجھے عبدالاول بن حماد بن محمد انصاری مدنی حفظہ اللہ نے خبر دی کہ میں نے اپنے والد (شیخ حماد الانصاری رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن الاعتماد على الفتاوٰى التي في خمسة وثلاثين مجلدًا لا ينبغي وتحتاج إلى إعادة النظر وقد وجدتُ فيها تصحيفًا وتحريفًا"

''بے شک پینتیس (۳۵) جلدوں والے فتاویٰ پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے اور (اس میں) نظر ثانی کی ضرورت ہے، میں نے اس میں تصحیف اور تحریف پائی ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

(نیز دیکھئے المجموع في ترجمة حماد الانصاري: ۲/ ۲۳ ۷فقرہ نمبر ۱۱۰)

معلوم ہوا کہ فتاویٰ ابن تیمیہ مطبوعہ پر اندھا دھند اعتماد صحیح نہیں بلکہ اس کی عبارات کو حافظ ابن تیمیہؒ کی دوسری عبارات پر پیش کرنا چاہئے۔

قادری صاحب کی نو (۹) غلط بیانیوں کے تذکرے کے بعد عرض ہے کہ مستدرک الحاکم وغیرہ کی روایتِ مذکورہ موضوع ہے۔ اسے حافظ ذہبی نے موضوع کہا اور باطل خبر قرار دیا۔ حافظ ابن حجر نے 'خبرًا باطلا' والی جرح نقل کرکے کوئی تردید نہیں کی یعنی حافظ ابن حجر کے نزدیک بھی یہ روایت باطل ہے۔ (دیکھئے: لسان المیزان: ۳/ ۳۶۰، دوسرا نسخہ: ۴/ ۱۶۲)

❁ اگر کوئی کہے کہ حاکم نے اسے صحیح الإسناد کہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تصحیح کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً:

① خود حاکم نے اس روایت کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے بارے میں فرمایا:

"روٰی عن أبيه أحاديث موضوعة..." (المدخل إلى الصحيح ص ۱۵۴ ت ۹۷)

"اُس نے اپنے باپ سے موضوع حدیثیں بیان کیں۔"

گویا وہ اپنی شدید جرح بھول گئے تھے۔

② حاکم کی یہ جرح جمہور علماء مثلاً حافظ ذہبی وغیرہ کی جرح سے معارض ہے۔

③ حاکم اپنی کتاب المستدرك میں متساہل تھے۔

④ اس کی سند میں عبداللہ بن مسلم راوی ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس کا عبداللہ بن مسلم بن رشید ہونا میرے نزدیک بعید نہیں ہے۔ (لسان المیزان ۳/ ۳۶۰)

اس ابن رشید کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: 'یضع' وہ (حدیثیں) گھڑتا تھا۔

(المجروحین: ۲/ ۴۴، لسان المیزان: ۳/ ۳۵۹)

❺ ایک روایت میں آیا ہے کہ "کوئی قوم مشورہ کے لئے جمع ہو اور محمد نام والا کوئی شخص اُن کے مشورہ میں داخل نہ ہو تو اُن کے کام میں برکت نہیں ہوگی۔" (موضح أوهام الجمع والتفريق للخطيب: ۱/ ۴۲۹، دوسرا نسخہ ۱/ ۴۴۶ ذکر أحمد بن حفص الجزري)

یہ روایت نقل کرکے طاہر القادری صاحب نے لکھا ہے کہ

"حلبی نے إنسان العیون (۱: ۱۳۵) میں کہا ہے کہ حفاظِ حدیث نے اِس روایت کی صحت کا

www.KitaboSunnat.com

اِقرار کیا ہے۔'' (تبرک کی شرعی حیثیت، ص ۶۰ حاشیہ ۲)

عرض ہے کہ نہ تو حلبی نے انسان العیون (۱/۱۳۵، دوسرا نسخہ ۱/۸۳) میں یہ بات کہی ہے اور نہ حفاظِ حدیث نے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے بلکہ حلبی نے روی کہہ کر اس روایت کو بغیر سند اور بغیر حوالے کے ذکر کیا ہے جبکہ حافظ ذہبی نے اس روایت کے راوی احمد بن کنانہ شامی پر ابن عدی کی جرح نقل کی، اور یہ حدیث مع دیگر اَحادیث نقل کر کے فرمایا:

"قلت: وهٰذه أحاديث مكذوبة" ''میں نے کہا: اور یہ حدیثیں جھوٹی ہیں۔''

(میزان الاعتدال: ۱/۱۲۹ ت ۵۲۲)

حافظ ابن حجر نے اس جرح کو نقل کر کے برقرار رکھا اور کوئی تردید نہیں کی۔

(دیکھئے: لسان المیزان: ۱/۲۵۰، دوسرا نسخہ: ۱/۳۷۷)

حفاظِ حدیث نے تو اس روایت کو مکذوب (جھوٹی) قرار دیا ہے، لیکن طاہر القادری صاحب اسے صحیح باور کرانے کی فکر میں ہیں۔

❻ طاہر القادری صاحب نے امام ابوحنیفہ سے ایک روایت نقل کی:

''میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا، اُنھوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ»

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

(امام ابوحنیفہ امام الائمہ فی الحدیث: ۱/۷۸۷، ۷۸۶)

قادری صاحب نے اس کے لئے تین حوالے دیئے:

''① ابونعیم الاصبہانی، مسند الامام ابی حنیفہ: ۱۷۶ (ہمارا نسخہ ص ۲۴)

② خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۴: ۲۰۸، ۹: ۱۱۱

③ موفق، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ، ۱: ۲۸''

اس کے بعد قادری صاحب نے دیگر محدثین کے حوالے دیئے، جن کی روایات میں إمام أبو حنيفة قال: سمعت أنس بن مالك رضي الله عنه يقول:'' کا نام ونشان تک نہیں لہٰذا اُن کا یہاں ذکر صحیح نہیں ہے۔

روایتِ مذکورہ کی تینوں سندوں میں احمد بن صلت حمانی راوی ہے، جسے امام ابن عدی،

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حبان اور امام دارقطنی وغیرہم نے کذاب قرار دیا اور حافظ ذہبی نے فرمایا:

"كذاب وضّاع" (ميزان الاعتدال:۱/۱۴۰) ''وہ جھوٹا، حدیثیں گھڑنے والا ہے۔ الخ''

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ 'الحدیث' حضرو (عدد۲۷ ص۱۲۔۱۳)

قادری صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ کذاب راوی کی منفرد روایت موضوع ہوتی ہے اور روایتِ مذکورہ کو کسی ثقہ وصدوق راوی کا امام ابوحنیفہ سے " قال سمعت أنس ابن مالك رضي الله عنه" کی سند سے بیان کرنا کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔ موٹی موٹی کتابیں لکھنے کے بجائے اگر چھوٹی سی مختصر اور صحیح احادیث والی کتاب ہو تو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے مفید ہوسکتی ہے بشرطیکہ آدمی کا عقیدہ صحیح ہو اور کتاب سلف صالحین کے فہم ومنہج پر ہو۔

تنبیہ: روایتِ مذکورہ پر خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے درج ذیل جرح فرمائی ہے:

اسے بشر (بن الولید) سے احمد بن صلت کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ ابو یوسف سے محفوظ (یعنی صحیح ثابت) نہیں ہے اور انس بن مالک ؓ سے امام ابوحنیفہ کا سماع ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم (تاریخ بغداد:۴/۲۰۸)

دوسرے حوالے میں اس روایت کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا:

"لا يصح لأبي حنيفة سماع من أنس بن مالك وهذا الحديث باطل بهٰذا الإسناد ..." (تاریخ بغداد ۹/۱۱۱ ت ۴۷۱۹)

''انس بن مالک ؓ سے ابوحنیفہ کا سماع صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث اس سند سے باطل ہے...''

تاریخ بغداد کے مذکورہ حوالے پیش کرنا اور اس جرح کو چھپانا اگر خیانت نہیں تو پھر کیا ہے؟

❼ طاہر القادری صاحب نے امام ابوحنیفہ سے ذکر کیا کہ ''میں نے حضرت عبداللہ بن اُنیس ؓ سے سنا: اُنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا: تیری کسی چیز سے محبت تجھے اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔''

(المنهاج السوي ص۸۰۸ ح۱۰۴۶ بحوالہ جامع المسانيد للخوارزمي:۱/۷۸)

عرض ہے کہ مسند الخوارزمی کی اس روایت کا دارومدار أبو علي الحسن بن علي بن محمد بن إسحق دمشقي التمار پر ہے، جس نے اسے علي بن بابويه اسواری

عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسن عن یونس بن حبیب عن أبی داود طیالسی کی سند سے روایت کیا ہے۔ (جامع المسانید:۱/۷۸۔۷۹)

اس الحسن بن علی کے بارے میں امام ابن عساکر نے فرمایا:

"حدّث عن علي بن بابويه الأسواري عن أبي داود الطيالسي بخبر كذب والحمل فيه عليه أو علىٰ شيخه فإنما مجهولان"

''اس نے علی بن بابویہ اسواری عن ابی داود الطیالسی کی سند سے جھوٹی روایت بیان کی جس کا ذمہ دار وہ یا اُس کا استاد ہیں کیونکہ یہ دونوں مجہول ہیں۔''

(لسان المیزان:۲/۲۴۰،۲۴۱، نیز دیکھئے:لسان المیزان:۲/۲۳۶)

سیدنا عبداللہ بن اُنیسؓ چون (۵۴) ہجری میں فوت ہوئے تھے اور امام ابوحنیفہ اَسّی (۸۰) ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ دیکھئے: تقریب التھذیب (۳۲۱۶، ۷۱۵۳)

اپنی پیدائش سے چھبیس (۲۶) سال پہلے فوت ہو جانے والے صحابی سے امام ابوحنیفہ کس طرح حدیث سن سکتے تھے؟ کیا انہی 'تحقیقات' کی بنا پر انہوں نے 'شیخ الاسلام' کا لقب اختیار کیا ہے؟!

❽ طاہر القادری صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ ہجری میں ۱۶ سال کی عمر میں حج کیا پس جب میں مسجدِ حرام میں داخل ہوا میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا تو میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے؟ تو اُنہوں نے فرمایا: یہ عبداللہ بن جَزء زبیدی کا حلقہ ہے۔ پس میں آگے بڑھا اور ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اسے وہاں وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔'' (المنهاج السوي ص ۸۰۹ ح ۱۰۴۸، بحوالہ جامع المسانید للخوارزمي ۱/۸۰، تاریخ بغداد للخطیب البغدادي ۳/۳۲ رقم ۹۵۶)

اس روایت کی دو سندیں ہیں:

① ایک میں احمد بن صلت حمانی ہے جو کہ بہت بڑا کذاب تھا۔ (دیکھئے مضمون ہذا، روایت نمبر ۶)

② الحسن بن علی دمشقی کذاب ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۷)

www.KitaboSunnat.com

اسکے باقی کئی راوی مجہول ہیں اور سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدیؓ اس جھوٹی روایت کے برعکس ۸۵، ۸۶، ۸۷ یا ۸۸ھ میں فوت ہوگئے تھے۔ (دیکھئے: تقریب التهذیب: ۳۲۶۲)

❾ طاہر القادری صاحب نے سیدنا ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب سند سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شامی سفید ٹوپی تھی۔

(المنهاج السوي ص ۷۶۹ ح ۹۸۳، بحوالہ جامع المسانيد للخوارزمي ۱/ ۱۹۸)

اس روایت کا پہلا راوی ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری الحارثی کذاب ہے۔ اس کے بارے میں امام ابو احمد الحاکم الکبیر اور حاکم نیشاپوری صاحب المستدرك دونوں نے فرمایا: ''وہ حدیث بناتا تھا۔'' (کتاب القراءة للبيهقي ص ۱۵۴، دوسرا نسخہ ص ۱۷۸ ح ۳۸۸ وسنده صحيح إليهما)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے الكشف الحثيث عمن رُمی بوضع الحديث (ص ۲۴۸) لسان الميزان (۳/ ۳۴۸۔۳۴۹) اور میری کتاب نُور العينين (ص ۴۳)

نیز اس روایت میں کئی راوی نامعلوم ہیں۔

❿ طاہر القادری صاحب نے لکھا ہے:

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں کو بھی یہ معجزہ عطا فرمایا کہ اُن کی وجہ سے پتھر نرم ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدومِ مبارک کے نشان بعض پتھروں پر آج تک محفوظ ہیں۔''

① حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إذا مَشٰى عَلَى الصَّخر غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِيْهِ وَ أَثرت (تبرک کی شرعی حیثیت، ص ۷۶، اشاعت سوم ستمبر ۲۰۰۸ء)

(زرقانی، شرح المواهب اللدنيه، ۵: ۴۸۲...... سیوطی، الجامع الصغير، ۱: ۲۷، رقم: ۹)

''حضور نبی اکرم ﷺ جب پتھروں پر چلتے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدمِ مبارک کے نشان اُن پر لگ جاتے۔''

حالانکہ یہ روایت ذکر کرنے کے بعد زرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھ) نے لکھا تھا:

'' وأنكره السيوطي وقال: لم أقف له علىٰ أصل ولا سند ولا رأيت من خرجه في شيء من كتب الحديث وكذا أنكره غيرُه لكن ...''

www.KitaboSunnat.com

''اور سیوطی نے اس (روایت) پر انکار کیا اور کہا: مجھے اس کی کوئی اصل یا سند نہیں ملی اور نہ میں نے دیکھا کہ حدیث کی کتابوں میں کسی نے اسے روایت کیا ہے، اور اس طرح دوسروں نے بھی اس (روایت) کا انکار کیا لیکن ... '' (المواهب اللدنية: ۴۸۲/۵)

'لیکن' والی بات تو بے دلیل ہے اور سیوطی کی کتاب الجامع الصغیر میں یہ روایت قطعاً موجود نہیں بلکہ عبدالرؤف المناوی نے اسے الجامع الصغیر کی شرح میں ذکر کیا اور کہا: "ولم أقف له علىٰ أصل" مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۹۱/۵ ح ۶۴۷۸)

مناوی کی اس شرح کے شمائل والے حصے کو حسن بن عبید باحبشی (مجہول) نے الشمائل الشريفة کے نام سے دار طائر العلم سے شائع کیا اور اس کی ج ۱ رص ۹، رقم ۹ (الشاملہ) پر یہ روایت مناوی کی جرح کے ساتھ موجود ہے۔

محمد بن یوسف صالحی شامی نے کہا:

"ولا وجود لذلك في كتب الحديث البتة"

(سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد ۷۹/۲، مکتبہ شاملہ)

''اور اس (روایت) کا کتبِ حدیث میں کوئی وجود نہیں ہے۔''

خلاصہ یہ کہ اس بے سند اور بے اصل (موضوع) روایت کو طاہر القادری نے حدیثِ رسول قرار دے کر عام لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔

نوٹ: حال ہی میں دھرابی (چکوال) میں ایک بریلوی نے زمین پر پانچ فٹ سے زیادہ نشان کو نبی ﷺ کے قدمِ مبارک کا نشان قرار دیا تھا، جس کی 'زیارت' کے لئے بہت سے لوگ ٹوٹ پڑے تھے مگر بعد میں وقت ٹی وی والوں نے اس فتنے کی بروقت سرکوبی کر کے لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ حلوہ پکانے کے ء لئے استعمال ہونے والے چولہے کا نشان ہے اور یہ ثابت کر دیا کہ یہ سب فراڈ اور دھوکہ تھا۔ ❁❁❁

www.KitaboSunnat.com

نقد ونظر محمد عطاء اللہ صدیقی

کیا دینی مدارس کو بند کر دیا جائے؟

لاہور میں قادیانیوں کے خلاف دہشت گردی کے تازہ واقعات کے بعد، گذشتہ چند ہفتوں سے ہمارے سیکولر کالم نگار اور لبرل دانشور تواتر سے دینی مدارس کو جارحانہ تنقید کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ بالخصوص انگریزی اخبارات میں اس طرح کے کالم اور مضامین تسلسل سے شائع ہو رہے ہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ مضامین 'رینڈ کارپوریشن' جیسے امریکی تھنک ٹینکس کی کسی تازہ رپورٹ اور سفارشات کی تائید میں لکھے جا رہے ہیں یا دہشت گردی کی حالیہ گھناؤنی وارداتوں کا ردّعمل ہیں؟ ہم سمجھتے ہیں کہ دہشت گردوں کی واضح مذمت سے گریز کی پالیسی جس طرح غلط ہے، اسی طرح کسی بھی ایک طبقہ کو بلا وجہ اور بغیر کسی ثبوت کے تنقید کا نشانہ بنانا اور اُس کے وجود کو مٹانے کی تجاویز پیش کرنا بھی حد درجہ نامناسب بات ہے۔ جدید اُصولِ قانون کی رو سے کہا جاتا ہے کہ کسی ایک بے گناہ کو سزا دینے سے بہتر ہے کہ سو مجرموں کو شک کا فائدہ دے کر بری کر دیا جائے۔

ہمارے روشن خیال دانشور اس اُصول کو جدید ریاستوں کے عدل و انصاف کے ضابطوں میں ایک روشن مثال بنا کر پیش کرتے ہیں۔ مگر یہی دانشور جب مذہبی طبقات اور دینی مدارس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں تو عدل وانصاف کے ان روشن اُصولوں کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں۔ اس ساری صورتِ حال کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ میں دینی مدارس پر جو تنقید کی جارہی ہے، وہ بالکل یکطرفہ ہے اور اس اعتبار سے غیر منصفانہ ہے۔ انگریزی اخبارات میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، مگر اُردو اخبارات میں بھی دینی مدارس کے ذمہ داران کا موقف شائع نہیں کیا جاتا، نہ ہی ہمارے وہ کالم نگار جو دینی مدارس کے بارے میں صحیح معلومات رکھتے ہیں، اپنے کالموں میں اس کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہیں۔

جناب شفقت محمود، ایک روشن خیال اور ترقی پسند دانشور ہیں۔ بیوروکریسی کو چھوڑ کر

www.KitaboSunnat.com

اُنہوں نے پہلے سیاست اور اب صحافت کو اختیار کیا ہے۔ بلا شبہ اہل دانش ان کی آرا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے حالیہ کالم میں دینی مدارس کو ابھی تک بند نہ کرنے پر اپنی حیرت کا اظہار کیا ہے۔ شفقت محمود صاحب فرماتے ہیں:

''ہم اب بھی یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب تک ہم دہشت گردوں کے سیلاب کے اَصل سرچشمے اور منبع کو بند نہیں کریں گے، اس وقت تک ان کے ساتھ یہ جنگ ہمیشہ جاری رہے گی۔ یہ دینی اور مذہبی مدرسے دراصل دہشت گردوں کو تیار کرنے کے ذمہ دار ہیں، اُنہیں بند کر دینا ہی اس مسئلے کا حل ہے۔'' (جنگ، ۱۳؍جون ۲۰۱۰ء)

کچھ اسی طرح کے خیالات کا اِظہار چند دیگر کالم نگاروں نے بھی کیا ہے۔ ان تمام میں ایک بات البتہ مشترک ہے کہ یہ سب سیکولر فکر کے حامل ہیں اور مذہب اور ریاست کی تفریق کے قائل ہیں۔ جس طرح مذکورہ دانشور آزادئ اظہار کا حق استعمال کرتے ہوئے اپنی آرا کو پیش کرنے پر اصرار کرتے ہیں، اس طرح امید ہے کہ وہ یہ حق دوسرے لوگوں کو بھی دیں گے کہ وہ ان کی آرا کے متعلق ریمارکس دے سکیں۔ ہم نہایت دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ شفقت محمود صاحب نے نہ تو مرض کی صحیح تشخیص کی ہے اور نہ ہی ان کا تجویز کردہ علاج درست ہے۔ ان کی رائے معروضی تجزیے کے زمرے میں نہیں آتی۔ اُن کی رائے سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ دینی مدارس دہشت گردی کا 'سرچشمہ اور منبع' ہیں۔ کسی سچے اور حقیقی دانشور کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ اس ملک کے ہزاروں دینی مدارس کے بارے میں اس قدر مغالطہ آمیز خیالات کا اظہار کرے۔ جب تک کسی الزام کی تصدیق کے لیے ثبوت فراہم نہ کئے جائیں، وہ ایک الزام اور بہتان ہی رہتا ہے۔ اس طرح کی بہتان تراشی کسی بھی اعتبار سے تائید کے قابل نہیں ہے۔

آخر یہ کیونکر فرض کرلیا گیا ہے کہ دینی مدارس دہشت گردی کا سرچشمہ ہیں؟ اس بات کی وضاحت ہر اس دانشور اور کالم نگار کی ذمہ داری ہے جو دینی مدارس پر اس طرح کا الزام عائد کرتا ہے۔ ان کا اخلاقی فرض ہے کہ اگر ان کے نتائج فکر یہی ہیں تو ان دینی مدارس کی فہرست پیش کریں جو دہشت گردی کا منبع بنے ہوئے ہیں؟ اگر واقعی کسی بھی دینی مدرسے کے متعلق اس طرح کی شہادت میسر آجاتی ہے، تو پھر اس کی سزا صرف یہی نہیں ہونی چاہئے کہ اُسے بند

www.KitaboSunnat.com

کر دیا جائے بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ اس کے ذمہ داران کے خلاف دہشت گردوں کی سرپرستی کرنے پر مقدمات قائم کئے جائیں اور قانونی طریقہ کار اپناتے ہوئے اُنہیں عدالتوں سے سزائیں دلوائی جائیں۔

گذشتہ چند برسوں میں ہماری صحافت میں ایک نیا رجحان سامنے آیا ہے کہ چند ہم خیال صحافی کسی موضوع پر تکرار کے ساتھ اظہار خیال کر کے hype پیدا کر کے جذباتی فضا بنا دیتے ہیں۔لال مسجد کے معاملے میں بھی اُنہوں نے یہی کیا۔جامعہ حفصہ کی طالبات کی سرگرمیوں کو مبالغہ آمیز طریقے سے پیش کر کے ریاست کی رِٹ کو شدید خطرات سے دوچار ہوتے دکھایا گیا۔ وہ حکومت اور قوم کو بتا رہے تھے کہ اگر ان طالبات پر قابو نہ پایا گیا تو ریاست سیکورٹی کے شدید مسائل کا سامنا کر سکتی ہے۔ بعد میں جب سوات کے طالبان کے ایک مختصر گروہ نے بونیر پر قبضہ کر لیا تو ہاہا کار مچا دی گئی کہ تھوڑے دنوں میں یہ اسلام آباد پر قابض ہو جائیں گے، حالانکہ یہ ناممکن تھا۔ دینی مدارس کے متعلق بھی یہی حکمتِ عملی کارفرما نظر آتی ہے۔پاکستان کے دینی مدارس کی تعداد تقریباً پندرہ ہزار بتائی جاتی ہے۔اس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کی تعداد کئی لاکھ ہے۔ پاکستان کے عوام یہ جاننے کا حق رکھتے ہیں کہ ان مدارس میں زیر تعلیم طلبا کی تعداد کتنی ہے جنہیں دہشت گردی میں ملوث ہونے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا؟ ان کا تعلق کن دینی مدارس سے ہے؟ ان کو گمراہ کرنے والے اَساتذہ کے نام کیا ہیں؟ کیا پاکستان کے کوئی ایسے مدارس بھی ہیں جہاں اس طرح کے دہشت گردوں کو تربیتی کیمپ قائم ہیں؟ کیا کسی ایسے تربیتی کیمپ پر چھاپہ مار کر اس میں ملوث افراد کو رنگے ہاتھوں گرفتار کیا گیا ہے جیسا کہ راولپنڈی کے نزدیک ایک غیر ملکی فرم کے تربیتی کیمپ پر چھاپہ مار کر اسے بند کروایا گیا؟

مزید برآں اب تک دینی مدارس کے کتنے طلبا ہیں جنہیں دہشت گردی کے جرم کے ثابت ہونے پر عدالتوں نے سزا سنائی؟ اس طرح کے بہت سے سوالات ہیں جو ذہنوں میں جنم لیتے ہیں۔قلم کی معمولی جنبش سے دینی مدارس کو دہشت گردی کا 'اصل سرچشمہ' قرار دیا جا سکتا ہے مگر ان سوالات کے اطمینان بخش جوابات دینے کی ذمہ داری پوری کرنا شاید اتنا آسان نہیں ہے؟ امریکیوں نے کئی برس سے سینکڑوں نوجوانوں کو گرفتار کر کے گوانتانا موبے میں قید کر رکھا ہے۔مگر ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی کثیر تعداد پر ابھی تک جرم ثابت نہیں کیا جا سکا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

فرض کیجئے کہ دینی مدارس کے موجودہ یا سابقہ طلبا میں سے کچھ نوجوان تشدد اختیار کرتے ہوئے دہشت گردی کو 'جہاد' سمجھ بیٹھے ہیں اور اس میں عملی طور پر ملوث ہیں تو کیا ان کے جرائم کی سزا ہزاروں دینی مدارس کو دی جاسکتی ہے اور ان میں تعلیم پانے والے لاکھوں طلبا کو دینی تعلیم کے حق سے یوں محروم کیا جاسکتا ہے؟ اگر معاشرے کے دیگر طبقات میں صرف انہی افراد کو سزا کا مستوجب قرار دیا جاتا ہے جو فی الواقع قانون شکنی کرتے ہیں تو آخر دینی طبقے کو اس سہولت سے کیونکر محروم کیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ لوگ اس ملک کے شہری نہیں ہیں؟ کیا اُنہیں اپنے اوپر عائد کئے جانے والے سنگین الزامات کا دفاع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؟ آخر ہمارے 'روشن خیال دانشوروں' نے یہ سب اندھیر نگری دینی طبقے کے لیے ہی روا کیوں رکھی ہوئی ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ فرقہ وارانہ دہشت گردی اور حالیہ خودکش دھماکوں کے سٹائل کی دہشت گردی میں ملوث گمراہ نوجوانوں کی کثیر تعداد ایسی ہے جو دینی مدارس میں کبھی زیر تعلیم نہیں رہے۔ حقائق اور اعداد و شمار کے ذریعے اس دعوے کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ وہ دہشت گردی جیسے گھناؤنے کاروبار کی طرف مائل کیوں ہوئے، اس کے حقیقی محرکات اور اسباب جاننے کی ضرورت ہے۔ امریکہ نے نائن الیون کی دہشت گردی کے محرکات کا کھوج لگانے کے لیے کئی کمیشن قائم کئے تھے، ان کی رپورٹیں باقاعدہ شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی اس طرح کے تحقیقاتی کمیشن کے قیام کی ضرورت ہے، اس امر کی طرف سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے سیکولر دانشور ان محرکات کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں مگر ان میں معروضیت کی کمی واضح دکھائی دیتی ہے۔ چند دہشت گردوں کے خاتمے کے لیے دینی مدارس کے پورے نظام کو لپیٹ دینے کی تجویز کسی بھی اعتبار سے معقول نہیں ہے۔

۲۸ رمئی ۲۰۱۰ء کو لاہور میں قادیانی جماعت کی عبادت گاہوں کو جن لوگوں نے نشانہ بنایا، ان میں سے صرف دو زندہ گرفتار کئے جاسکے، باقی خود بھی مارے گئے۔ گرفتار ہونے والوں میں سے ایک کا تعلق رحیم یار خان سے بتایا جاتا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق وہ ماضی میں کراچی کے ایک دینی مدرسہ میں پڑھتا رہا ہے۔ اس خبر کے متعلق شک کا اظہار کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، پھر بھی اس سے قطعی طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ دینی مدرسہ دہشت گردی کی نرسری ہے یا اس دہشت گرد نے اُسی مدرسہ سے تربیت حاصل کی۔ اس طرح کی

www.KitaboSunnat.com

مثالوں میں ہوتا یوں ہے کہ دیگر تعلیمی اداروں کی طرح دینی مدارس سے بھاگنے والے یا وہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے بعض نوجوان شدت پسندوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں، وہ ان کی 'برین واشنگ' کر کے اس طرح کی وارداتوں کے لیے اُنہیں تیار کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

کیا پاکستان میں ہونے والی دہشت گردی میں صرف مذہبی انتہا پسند ملوث ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کراچی میں آئے دن ٹارگٹ کلنگ کے واقعات ہورہے ہیں۔ کراچی کے ڈی آئی جی پولیس نے پریس کانفرنس میں واضح طور پر کہا کہ ہر جماعت کا ایک عسکری ونگ ہے جو مسلح نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ جب تک یہ باقی رہتے ہیں، ایسے واقعات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ بلوچستان لبریشن آرمی میں بھی مذہبی انتہا پسند شامل نہیں ہیں۔ کوئٹہ میں یہ گروہ پنجابیوں کو نشانہ بنا رہا ہے، ان کے محرکات بھی مذہبی نہیں ہیں۔ بلوچستان کے بہت سے سکولوں میں پاکستان کا پرچم تک نہیں لہرایا جاتا۔ وہاں وفاقِ پاکستان کے خلاف نفرت پھیلائی جارہی ہے۔ ہمارے دانشور جو بے حد جذباتی انداز میں دینی مدارس کو بند کرانے کی مہم برپا کئے ہوئے ہیں، ان کی طرف سے ان سیکولر انتہا پسند گروہوں پر پابندی کا مطالبہ کبھی سامنے نہیں آیا، اس منتخب اخلاقیات کا کوئی جواز نہیں؟ اگر کوئی مذہب کے نام پر دہشت گردی کرتا ہے یا لسانی عصبیت اور صوبائیت کی بنیاد پر خون خرابہ کرتا ہے، دونوں برابر کے مجرم ہیں۔ ان میں سے کسی کے بارے میں نرم گوشہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ قومی جسد کے لیے بلاشبہ ناسور ہیں۔

فرض کیجئے کہ کسی کالج کا طالب علم شرپسندوں کی 'برین واشنگ' یا امریکہ مخالف جذبات کی شدت میں دہشت گردوں کی صف میں شامل ہوجاتا ہے۔ کیا اس کے اس ذاتی جرم کی بنا پر کہا جائے گا کہ اس کالج کا نصاب اور اس کا اَساتذہ اس کے عمل کے ذمہ دار ہیں؟ کوئی دانش مند ایک طالب علم کی وجہ سے کسی کالج کو نہ تو ذمہ دار ٹھہرائے گا اور نہ ہی اس کالج کو اس بنا پر بند کرنے کی تجویز دے گا، کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ یہ اس نوجوان کا ذاتی عمل ہے۔ یہ بات افسوسناک ہے کہ دینی مدارس کے متعلق اس اُصول کو قابل اطلاق نہیں سمجھا جاتا۔ کیا یہ امتیاز اور تعصب عقلی دیانت کے منافی نہیں ہے؟ ایک انصاف پسند ضمیر اس واضح امتیاز کی پالیسی کو کیونکر گوارا کرسکتا ہے۔

جناب شفقت محمود دینی مدارس کی بندش کو دہشت گردی کے مسئلے کا حل بتانے کے فوراً بعد

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں:

''یہی مناسب ترین وقت ہے کہ ان دینی، مذہبی مدرسوں کو قومی دھارے میں لایا جائے اور ان کے لیے ایک ایسا نصابِ تعلیم تجویز کیا جائے جس میں اِسلامی تعلیمات اور ہدایات پر زور دینے کے ساتھ ساتھ دیگر مضامین کو بھی شامل کیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان دینی اور مذہبی درس گاہوں سے فارغ التحصیل طلبہ نہ صرف اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند ہوسکیں گے بلکہ اُنہیں اس دنیا کے بارے میں بھی وسیع معلومات حاصل ہوں گی جس میں ہم سب اپنی اپنی زندگی بسر کررہے ہیں۔ اس طرح کی مخلوط تعلیم کا بہترین نمونہ جاوید احمد غامدی ہیں۔''

ہر دوسرا دانشور یہ پیش پا افتادہ تجویز پیش کرتا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ اگر یہ دانشور دینی مدارس کا نصاب کبھی غور سے دیکھ لیتے اور پھر اس کے متعلق سفارشات پیش کرتے۔ یہ 'دیگر مضامین' کیا ہیں جنہیں وہ دینی مدارس کے نصاب میں شامل کرانا چاہتے ہیں۔ ان کی طرف سے کبھی وضاحت پیش نہیں کی گئی۔ شفقت صاحب کے ذہن میں نجانے وہ کون سی 'وسیع معلومات' ہیں جو ان کے خیال میں دینی مدارس کے طلبا کو جاننا چاہئے۔ اُنہیں چاہئے کہ کبھی وہ کسی میڈیکل کالج کا دورہ کریں اور ان کے طلباء سے 'حالاتِ حاضرہ' اور دنیا کے بارے میں 'وسیع معلومات' جاننے کی کوشش کریں، انہیں بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ میڈیسن کے علاوہ وہ دیگر معلومات کس حد تک رکھتے ہیں۔ ہم نے تو بارہا یہ مشاہدہ کیا ہے کہ انہیں یہ 'معلومات' جاننے کا شوق ہے، نہ ان کے پاس وقت ہے۔ اصل میں یہ ساری سطحی باتیں ہیں۔ نائن الیون کے واقعہ کے ذمہ دار جن ۱۹ عرب نوجوانوں کے نام سامنے آئے تھے، ان میں سے کئی ایک انجینئر اور ڈاکٹر تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی دینی مدارس سے فارغ التحصیل نہیں تھا۔ وہ دنیا کے بارے میں شاید ایک عام پاکستانی سے بھی زیادہ جانتے تھے۔ یہ ہمارے دانشور ہی اس کی تاویل پیش کریں کہ وہ دہشت گردی کی طرف مائل کیوں ہوئے؟

نجانے شفقت محمود صاحب نے یہ کیسے فرض کرلیا کہ جاوید احمد غامدی اُسی 'مخلوط تعلیم' کا بہترین نمونہ ہیں، جس کا نقشہ ان کے ذہن میں ہے۔ ہمارے خیال میں انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ جاوید غامدی صاحب تو گورنمنٹ کالج لاہور کے گریجویٹ ہیں، وہ کبھی کسی دینی مدرسے میں داخل نہیں ہوئے۔ دین کے بارے میں ان کا مبلغ علم ان کے ذاتی مطالعے اور مولانا امین

www.KitaboSunnat.com

احسن اصلاحی سے جزوقتی استفادے کا نتیجہ ہے۔شفقت صاحب سے ہماری گذارش ہے کہ اپنے کالموں میں اس طرح بے پر کی اُڑا کر اپنے بارے میں تاثر کو خراب نہ کریں۔

ہمارے سیکولر دانشور طبقہ علما کے بارے میں شدید نفرت کے جذبات رکھتے ہیں۔اُنہوں نے ہمیشہ ڈرائنگ روم اور کانفرنسوں میں دینی مدارس کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔اُنہوں نے کبھی کسی دینی مدرسے کو قریب سے جاننے کی زحمت گوارا نہیں کی۔حقیقت یہ ہے کہ دینی مدارس نے اپنے نصاب اور طریقۂ تعلیم میں خود ہی کافی تبدیلیاں کی ہیں۔ان میں سے کثیر تعداد ایسے دینی مدارس کی ہے جہاں جدید مضامین بشمول انگریزی پڑھائے جاتے ہیں۔راقم الحروف کو لاہور کے چند معروف دینی مدارس اور ان کے نظامِ تعلیم کے مشاہدے کا بارہا موقع ملا ہے۔ لاہور میں جامعہ اشرفیہ دیوبندی مسلک کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔اسی طرح گارڈن ٹاؤن لاہور میں واقع جامعہ لاہور الاسلامیہ، اہل حدیث مکتبِ فکر کا سب سے بڑا مدرسہ ہے۔بریلوی مکتب فکر میں جامعہ نعیمیہ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ان مدارس میں جدیدیت کو متعارف کرایا گیا ہے۔مثلاً جامعہ لاہور الاسلامیہ میں ایک وسیع کمپیوٹر لیب قائم ہے، انٹرنیٹ کی سہولیات میسر ہیں۔ یہاں طلبہ کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ میٹرک کا نصاب بھی پڑھایا جاتا ہے۔گذشتہ دو برسوں کے دوران سٹاف کالج اور نیپا میں گریڈ ۱۹ اور گریڈ ۲۰ کے زیرتربیت افسروں کے گروپ متعدد مرتبہ اس معروف دینی درسگاہ کا وزٹ کر چکے ہیں۔ان وفود کو ملٹی میڈیا پر جدید طریقے سے بریفنگ دی گئی۔سرکاری افسر مدارس کے ایسے جدید نظام کو دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔اس طرح جامعہ اشرفیہ میں بھی زیرتربیت افسروں کے گروہ جاتے رہے ہیں۔

شفقت محمود صاحب خود بھی ڈی ایم جی افسر رہے ہیں۔اُنہیں چاہئے کہ وہ ان افسروں کی مرتب کردہ رپورٹ ضرور دیکھیں۔ جنرل (ر) جاوید حسن صاحب جو سٹاف کالج (اب سکول آف پبلک پالیسی) کے پرنسپل ہیں، اگر وہ دینی مدارس کے متعلق ان رپورٹوں کو شائع کرا دیں تو دانشور اور عوام دونوں کو اس کا فائدہ ہوگا۔

ہم شفقت محمود صاحب سے گزارش کریں گے کہ وہ خود مذکورہ بالا مدارس میں دانشوروں کا وفد لے کر جائیں اور ان سے بریفنگ لیں۔اس کے بعد پھر معروضی انداز میں اپنے نتائج فکر نئے سرے سے مرتب کریں۔ان کا موجودہ تجزیہ ساقط الاعتبار ہے۔

www.KitaboSunnat.com

عیسائیت اور اسلام محمد سعید شیخ

عیسائیوں کا تیار کردہ جعلی قرآن

قرآنِ مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری نازل کردہ کتاب ہے اور اُس نے اِس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود ہی لیا ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر:۹)

''بے شک ہم ہی نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

قیامت تک کوئی اس میں تحریف کرسکتا ہے، نہ تغیر وتبدل۔قرآنِ مجید کا یہ امتیاز ہے کہ یہ آج تک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح نازل ہوا تھا۔اس میں ایک نقطہ کے برابر بھی نہ کوئی کمی بیشی ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔قرآنِ مجید کے علاوہ جو دیگر اِلہامی کتب ہیں، نہ تو ان کے ماننے والوں کا دعویٰ ہے کہ وہ محفوظ ہیں اور نہ فی الحقیقت ان کی حفاظت کا تصور کیا جاسکتا ہے۔یہود ونصاریٰ اسلام کے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں اور رہیں گے۔

خود قرآن کہتا ہے:﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾

''آپ سے یہود ونصاریٰ ہرگز خوش نہیں ہوں گے، جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔''(البقرۃ:۱۲۰)

اِس وقت بھی عالم اسلام کے سب سے بڑے دشمن یہی دو گروہ یعنی عیسائی اور یہودی ہیں۔آبادی کے لحاظ سے سب سے زیادہ تعداد عیسائی مذہب کے نام لیواؤں کی ہے جبکہ مسلمان تعداد کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہیں۔اس لیے اس وقت مسلمانوں کا سب سے زیادہ مباحثہ ومقابلہ عیسائیوں سے ہے۔ایک طرف تو عیسائی بین المذاہب مکالمہ Inter Faith Dialogue کے نام پر مسلمانوں اور عیسائیوں کو قریب لانے کا ڈھونگ رچا رہے ہیں تو دوسری طرف اسلام کے خلاف زہریلا لٹریچر بھی پھیلا رہے ہیں جس میں اسلام کی تصویر ایک دہشت گرد مذہب کی ہے۔کبھی یہ آزادئ اظہار رائے کی آڑ میں ہمارے نبی محتشم حضرت محمد ﷺ کے خاکے بناتے اور مسلمانوں کے دلوں کو چھلنی چھلنی کر دیتے ہیں اور کبھی اسلام کے

www.KitaboSunnat.com

خلاف زہر اُگلتی کتب شائع کر کے اہل اسلام دنیا کے جذبات کو مجروح کرتے ہیں۔ حال ہی میں عیسائی دنیا نے عالم اسلام پر جو حملہ کیا ہے، اہل اسلام پر ایٹم بم کی طرح گرا ہے۔

عیسائی اسکالرز نے 'الفرقان الحق' (The True Furqan) کے نام سے ایک جعلی قرآن بنایا جو ۷۷ سورتوں پر مشتمل اور ۳۶۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ جعلی قرآن عربی متن اور انگریزی ترجمے کے ساتھ امریکہ سے شائع ہوا ہے۔ کویتی مجلّہ 'الفرقان' کی رپورٹ کے مطابق اس جعلی قرآن کی اشاعت میں دو امریکی کمپنیاں Omega 2001 اور Wine Press ملوث ہیں۔ اس مجلّے کی رپورٹ کے مطابق یہ جعلی قرآن کویت کے پرائیویٹ انگلش میڈیم اسکولوں میں مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ www.islam-exposed.org پر بھی موجود ہے۔ عیسائیوں کی بہت سی ویب سائیڈوں پر بھی اس سائیڈ کا Link موجود ہے۔ مؤرخہ ۲۵/ جون ۲۰۱۰ء کی شام کو لاہور ہائی کورٹ بہاول پور بنچ کی ہدایت پر یہ ویب سائٹ بند کر دی گئی یا پھر کسی غیرت مند مسلمان کے ہاتھوں ہیک ہوگئی، البتہ اب بھی اس (جعلی قرآن) PDF فائل میں بھی اور سافٹ وئیر کی صورت میں بھی کو Google سے Search کیا جاسکتا ہے۔ اس جعلی قرآن کے اب تک تین ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

اس جعلی قرآن کی ستتر سورتوں کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے:

نمبر	نام سورۃ	انگریزی نام	آیات
①	سورۃ الفاتحۃ	(The Opening)	۷ آیات
②	سورۃ المحبۃ	(Love)	۱۰ آیات
③	سورۃ النور	(Light)	۷ آیات
④	سورۃ السلام	(Peace)	۱۵ آیات
⑤	سورۃ الایمان	(Faith)	۸ آیات
⑥	سورۃ الحق	(Truth)	۱۰ آیات
⑦	سورۃ التوحید	(Oneness)	۱۴ آیات
⑧	سورۃ المسیح	(The Messiah)	۲۷ آیات
⑨	سورۃ الصلب	(The Crucifixion)	۱۴ آیات

www.KitaboSunnat.com

⑩ سورۃ الروح	(The sprit)	۷ آیات
⑪ سورۃ الفرقان	(The true furqan)	۲۷ آیات
⑫ سورۃ الثالوث	(THe Triune God)	۳۱ آیات
⑬ سورۃ الموعظة	(The Sermon)	۷ آیات
⑭ سورۃ الحواريين	(The Disciples)	۱۴ آیات
⑮ سورۃ الاعجاز	(The challenge)	۱۳ آیات
⑯ سورۃ القدر	(Predestination)	۱۱ آیات
⑰ سورۃ المارقين	(The Apostates)	۱۵ آیات
⑱ سورۃ المؤمنين	(The Believers)	۷ آیات
⑲ سورۃ التوبة	(Repentance)	۷ آیات
⑳ سورۃ الصلاح	(Righteousness)	۱۷ آیات
㉑ سورۃ الطهر	(The Purification)	۱۳ آیات
㉒ سورۃ الغرانيق	(The Idols)	۱۵ آیات
㉓ سورۃ العطاء	(Charity)	۱۴ آیات
㉔ سورۃ النساء	(Women)	۱۶ آیات
㉕ سورۃ الزواج	(Marriage)	۷ آیات
㉖ سورۃ الطلاق	(Divorce)	۱۲ آیات
㉗ سورۃ الزنى	(Adultery)	۱۳ آیات
㉘ سورۃ المائدہ	(The Tablespread)	۵ آیات
㉙ سورۃ المعجزات	(The Miracles)	۸ آیات
㉚ سورۃ المنافقين	(The Hypocrites)	۱۷ آیات
㉛ سورۃ القتل	(Murder)	۱۵ آیات
㉜ سورۃ الجزية	(The Trubute)	۱۴ آیات
㉝ سورۃ الإفك	(Lying)	۱۸ آیات

www.KitaboSunnat.com

۳۴ سورۃ الضالین	(The Lost)	۹ آیات
۳۵ سورۃ الإخاء	(Brotherhood)	۱۵ آیات
۳۶ سورۃ الصیام	(Fasting)	۹ آیات
۳۷ سورۃ الکنز	(The Treasure)	۶ آیات
۳۸ سورۃ الأنبیاء	(The Prophets)	۱۸ آیات
۳۹ سورۃ الماکرین	(The conspirators)	۲۰ آیات
۴۰ سورۃ الأمیین	(The Illiterates)	۱۲ آیات
۴۱ سورۃ المفترین	(The Slanderers)	۷ آیات
۴۲ سورۃ الصلاۃ	(Prayer)	۱۰ آیات
۴۳ سورۃ الملوک	(The kings)	۸ آیات
۴۴ سورۃ الطاغوت	(The evil one)	۱۲ آیات
۴۵ سورۃ النسخ	(Abrogation)	۱۴ آیات
۴۶ سورۃ الرعاۃ	(The Shepherds)	۶ آیات
۴۷ سورۃ الشھادۃ	(The Testimony)	۷ آیات
۴۸ سورۃ الھدیٰ	(The Guidance)	۱۱ آیات
۴۹ سورۃ الانجیل	(The Gospel)	۶ آیات
۵۰ سورۃ المشرکین	(THe Polytheists)	۳۰ آیات
۵۱ سورۃ الحکم	(The Judgment)	۱۴ آیات
۵۲ سورۃ الوعید	(The Threat)	۷ آیات
۵۳ سورۃ الکبائر	(The Atrocities)	۱۵ آیات
۵۴ سورۃ الاضحی	(The Sacrifice)	۱۰ آیات
۵۵ سورۃ الأساطیر	(Fairy tales)	۶ آیات
۵۶ سورۃ الجنۃ	(Paradise)	۱۵ آیات
۵۷ سورۃ المحرضین	(The Instigarors)	۱۶ آیات

www.KitaboSunnat.com

۵۸ سورۃ البھتان	(False witness)	۱۲ آیات
۵۹ سورۃ الیسر	(Prosperity)	۸ آیات
۶۰ سورۃ الفقراء	(The poor)	۸ آیات
۶۱ سورۃ الوحی	(Inspiration)	۱۸ آیات
۶۲ سورۃ المھتدین	(The rightly-guided)	۸ آیات
۶۳ سورۃ طوبیٰ	(The Beatitudes)	۱۴ آیات
۶۴ سورۃ الأولیاء	(The Allies)	۱۲ آیات
۶۵ سورۃ إقرأ	(The Recitation)	۱۴ آیات
۶۶ سورۃ الکافرین	(The infidels)	۱۲ آیات
۶۷ سورۃ الخاتم	(The seal)	۱۴ آیات
۶۸ سورۃ الاصرار	(The assertion)	۱۱ آیات
۶۹ سورۃ التنزیل	(Revelation)	۸ آیات
۷۰ سورۃ التحریف	(Plagiarism)	۸ آیات
۷۱ سورۃ العاملین	(The Diligent)	۱۳ آیات
۷۲ سورۃ الآلاء	(The Marvels)	۱۰ آیات
۷۳ سورۃ المحاجۃ	(The Argument)	۸ آیات
۷۴ سورۃ المیزان	(The Scale)	۱۵ آیات
۷۵ سورۃ القبس	(The spark of intelligence)	۸ آیات
۷۶ سورۃ الاسماء	(The excellent names)	۲۵ آیات
۷۷ سورۃ الشھید	(The Martyr)	۸ آیات

ان کے علاوہ ابتدا میں البسملۃ کے عنوان سے ۷ آیات پر مشتمل ایک سورہ الگ سے ہے اور اسی طرح آخر میں الخاتمۃ کے عنوان سے ۷ آیات پر مشتمل الگ سورہ موجود ہے۔

'الفرقان الحق' کی اشاعت کا مقصد ان لوگوں کو گمراہ کرنا ہے جو اسلام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، بالخصوص مغرب کے ان نوجوانوں کو جو اسلام کو پڑھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں، کیونکہ ایک رپورٹ کے مطابق مغرب میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس سے اسلام کی

www.KitaboSunnat.com

بڑھتی دعوت کے آگے رکاوٹ کھڑی کرنا اور اسلام کی طرف لپکنے والوں کو گمراہ کرنا مقصود ہے۔ علاوہ ازیں اس کی اشاعت سے وہ عیسائیت کو بھی فروغ دینا چاہتے ہیں۔

عقیدۂ تثلیث کا فروغ

'الفرقان الحق' میں مسلمانوں کے خالص عقیدۂ توحید پر بھی کاری ضرب لگائی ہے، خالص عقیدۂ توحید کو تثلیث کے ساتھ ملوث کردیا ہے۔ مثلاً بسم اللہ الرحمن الرحیم کے متبادل جو عبارت بنائی ہے، وہ ملاحظہ ہو:

"بسم الأب الكلمةِ الروح الإلٰه الواحد الأوحد"

"In the Name of Father, the Word, the Holy Spirit, the One and only True God."

''باپ (خدا)، کلمہ (حضرت عیسیٰ یا باپ کی صفتِ کلام)، پاکیزہ روح (حضرت جبرئیل یا صفت محبت ومودّت جو باپ اور بیٹے کے درمیان ہے) کے نام کے ساتھ جو ایک (تینوں کا مجموعہ) اور سچا خدا ہے۔''

تقابلِ اَدیان کے علما وطلبا بخوبی جانتے ہیں کہ یہ عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث ہے جس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ عبارت جعلی قرآن کی ہر سورہ کی ابتدا میں ہے جس طرح قرآنِ مجید میں ہر سورہ کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔

آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی

اس جعلی قرآن میں اسلامی عقائد پر جو حملہ کیا گیا، سو کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت محمد ﷺ کی شان میں بھی گستاخی کی گئی ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا، جو خاتم النّبیین اور امام الانبیا ہیں۔ اس جعلی قرآن اور اس کی عبارات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہل کفر بالخصوص عیسائی اور یہودی کس قدر اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروفِ عمل ہیں۔ دوسری طرف امت مسلمہ گہری نیند کے مزے لے رہے ہیں اور مسلم حکمرانوں نے تو اپنی غیرت کا ہی سودا کر رکھا ہے۔

اہل کفر نے جو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، کیا وہ ہمیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کافی نہیں؟ عیسائیوں نے جو آپ کو تحفہ دیا ہے، ملاحظہ ہو:

www.KitaboSunnat.com

"فمَن جاء بغير ما جئناكم بهٖ في الإنجيل الحق والفرقان الحق من بعدهٖ إن هو إلا رسول شيطانٍ رجيمٍ"

"If anyone brings to you something else contrary to what We brought you in The True Gospel and The True Furqan, he would be none other than a messenger of Satan, the rejected one."①

''جو شخص انجیل حق اور فرقانِ حق، جو ہم نے تمہیں دی ہے، کے برعکس تعلیمات لائے، نہیں ہوگا وہ مگر شیطانِ مردود کا رسول۔''

مسلمان قاتل اور مجرم

'الفرقان الحق' میں کس طرح اسلام کے خلاف زہر اُگلا گیا ہے، اس کے لیے صرف اس کی سورہ نمبر ۴۷ سورۃ المیزان (The Scale) کے ابتدائی تین جملے (آیات) ملاحظہ ہوں:

① وقال موسىٰ لقومهٖ:"لا تقتلوا النفس التي حرمها الله تحريمًا"۔ فقد كانوا يقتلون

"Moses decalared to his nation, "You are not to kill the soul of any human, because God had intensely forbidden murder." although people did that in the past."

''حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: کسی بھی انسانی جان کو قتل نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سختی سے قتل کو ممنوع قرار دیا ہے۔ جبکہ وہ (بنی اسرائیل) قتل کرتے تھے۔''

② وقال عيسىٰ:"يأيها الناس من آذى أحدًا ولو بكلمةٍ خبيثةٍ استحق عذاب الجحيم"

"Moreover, Jesus proclaimed, "O people! everywhere, whosoever hurts another human being even with an abusive word, deserves the torments of the fiery pit,"

''حضرت عیسیٰ نے کہا: جس کسی نے کسی انسانی جان کو تکلیف پہنچائی، اگرچہ وہ توہین آمیز کلمے سے ہی کیوں نہ ہو، وہ جہنم کے عذاب کا مستحق ہے۔''

① 'الفرقان الحق' (جعلی قرآن)، سورۃ الحواریین ۱۴، آیت نمبر ۱۱، ص ۷۶، ۷۷

www.KitaboSunnat.com

③ وقلتم:واقتلوهم حيثما وجدتموهم وإذا لقيتموهم فضرب الرقاب فرجعتم إلى جاهلية الكفر وشرعة القتل والانتقام فأنتم المجرمون

"Then you exclaimed, "Kill them wherever you find them. When you confront your opponents strike off their necks." With such a creed you regressed to lifestyle of the days of the ignorance and paganism - the principles of murder and vengeance."②

''اورتم کہتے ہو: اپنے دشمنوں کو جہاں پاؤ قتل کردو، جب تمہارا دشمن سے آمنا سامنا ہو، ان کی گردن اُڑا دو۔ اس عمل سے تم زمانۂ جاہلیت، کفر، انتقام اور قتل کے اُصولوں کی طرف لوٹ گئے ہو۔ سو تم مجرم ہو۔''

عام مسیحیوں سے بالعموم اور پادریوں سے بالخصوص سوال ہے کہ بقول آپ کے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی کو ایذا اور تکلیف مت دو، کسی کو برا بھلا مت کہو۔ کیا آپ لوگ حضرت عیسیٰ کے اس فرمان پر عمل پیرا ہیں؟ کیا وہ آپ میں سے نہیں جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کرکے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں؟ کیا افغانستان، عراق اور پاکستان میں آپ نے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا خون نہیں بہایا؟ بلاشک وشبہ ظالم عیسائی ہی عذابِ جحیم کے مستحق ہیں۔

باقی رہا جو آپ نے قرآن مجید کی جن دو آیاتِ بینات کو ملا کر ایک آیت بنائی اور ان کو سیاق وسباق سے ہٹ کر (Out of Context) پیش کیا ہے، اس سے آپ کی بددیانتی کھل کر سامنے آگئی ہے۔

اسلام کی تعلیمات ہرگز یہ نہیں کہ کسی غیر مسلم کو محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے قتل کردو۔ اسلامی حکومتوں کی تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں کسی عیسائی کو محض عیسائی ہونے کی بنیاد پر قتل کیا گیا ہو۔ یہ ہماری سنہری تاریخ ہے۔ دوسری طرف عیسائی ریاستوں میں مسلمانوں کے ساتھ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے جو سلوک ہورہا ہے، اس پر تو عیسائیوں کے

② 'الفرقان الحق' (جعلی قرآن)، سورہ المیزان ۷۴، آیت نمبر ۱-۴، ص ۳۴۴-۳۴۵

www.KitaboSunnat.com

سرشرم سے جھک جانے چاہئیں۔

'الفرقان الحق' کو نہ ماننے والے کافر اور جہنم کے مستحق

اس جعلی قرآن کا دعویٰ ہے کہ یہ تمام انسانیت کے لیے ہدایت، چراغِ راہ، رحمت، معجز اور محفوظ کتاب ہے۔ اس کو نہ ماننے والے ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ اس جعلی قرآن کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی نہیں کی جاسکتی۔ مثال ملاحظہ ہو:

"وأنزلنا الفرقان الحق بالكلم الطيب والإعجاز الحكيم نورًا على نورٍ لايأتيه الباطل ولايقربه الكفر فإنا له لحٰفظون"

"We have sent down The True Furqan with brilliant verses and miracalous eloquence. It is a beacon of light, containing no falsehood. No blasphemy can ever assail it because We are its Guardian."

''اور ہم نے فرقانِ حق شاندار آیات اور معجزاتی فصاحت کے ساتھ نازل کیا ہے، یہ روشنی کا مینار ہے، جھوٹ اس میں شامل ہوسکتا ہے، نہ کفر اس پر حملہ آور ہوسکتا ہے، کیونکہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

"بشير ونذير للناس كافةً وهدىً ورحمةً للعالمين"

"It is a bearer of Good News and a warning to people everywhere. Moreover, it is the right guidance and mercy to the entire world of humanity."

''یہ (کتاب) تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والی اور ڈرانے والی ہے، تمام جہان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''

فمن كفر به أو بما بين يديه من الإنجيل الحق فقدِ اسْتكبر وكان من الهالكين .

"Consequently, whosoever reject it, or The True Gospel, which was delivered into the mankind, ends up becoming an arrogant person who will perish with the ungodly."

www.KitaboSunnat.com

''پس جس شخص نے بھی اس (فرقان حق) کا یا اُس سچی انجیل کا انکار کیا جو (اس سے پہلے) لوگوں کو دی گئی تھی تو وہ متکبر و گستاخ ہوگیا اور وہ بے دین لوگوں کے ساتھ ہلاک ہوگا۔''

"وإذ تتلىٰ عليهم آيات الحق بيناتٍ قالوا: هذا يصدنا عما كان يؤمن به آباؤنا وعما كانوا يعبدون"

"Each time the authentic scripture is recited before the deceivers, they respond, "This opposes what our forefathers used to beleive and what they worshiped!"

''جب کبھی حیلہ بازوں کے سامنے 'فرقان حق' کی واضح اور مستند آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: یہ (آیات) ہمارے آباؤ اجداد کی مخالفت کرتی ہیں اُس چیز میں جس میں وہ ایمان رکھتے تھے اور اُس چیز میں جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔''

"وما يتبع أكثرهم إلا الظن وإن الظن لا يغنى من الحق شيئاً أولئك أصحاب النار هم فيها خالدون"

"Most of these people follow opinions and speculations. The opinions of mankind can never be a substitued for Our Truth. Such people are destined to hellfire to dwell in it forever."[۳]

''ان میں سے اکثریت قیاس آرائی اور رائے کی پیروی کرتی ہے، لوگوں کی آراء ہمارے سچ (فرقان حق) کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں، اس قسم کے لوگوں کے لیے جہنم مقدر ہوچکی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

ہمارا عیسائی علما کو چیلنج ہے کہ یہ چند بے ربط عربی عبارات، جنہیں تم اکیسویں صدی کا قرآن کہہ رہے ہو اس کا کوئی ایک حافظ تو تیار کرکے دکھاؤ۔ اگر یہ واقعی سچا اور ہدایت ہے اور بقول تمہارے ایسا ہی ہے تو چلو تم اس پر ہی عمل کرلو۔ انجیل یا کتابِ مقدس کی تعلیمات کو تو تم فراموش کر ہی چکے ہو۔ تم نے جو یہ کتاب خود لکھ کر اللہ عزوجل کی طرف منسوب کی ہے، دراصل اس بہتان سے تم نے اپنی ہلاکت کا خود انتظام کیا ہے:

[۳] سورہ الفرقان (The True Furqan) آیت نمبر ۱۸-۲۲، ص ۵۷، ۵۸

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾ (البقرۃ:۷۹)

''ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں اور پھر تھوڑے سے نفع کے حصول کے لیے اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، ان کے ہاتھوں کے لیے عذاب ہے اور افسوس اس کے لیے جو اُنہوں نے کمایا۔''

ملاحظہ کیجئے کہ مسیحیوں کے قلوب اسلام سے کس قدر بغض سے بھرے پڑے ہیں۔ چند عربی عبارات بنا لینے سے اسے 'قرآن' کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ قرآن کا آج بھی چیلنج ہے کہ تمام دنیا کے انسان اور جن مل کر بھی قرآن کا مثل نہیں بنا سکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے معاون ومددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔ اِرشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (الاسراء:۸۸)

''کہہ دیجئے اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

جس طرح اس سورۃ کا نام 'میزان' رکھا گیا ہے، اگر ان میں ذرا بھی انصاف ہے تو ایک طرف قرآنِ مجید کا جائزہ لیں اور دوسری طرف الفرقان الحق کا، اُنہیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ ان کی کتاب منزل من اللہ کتاب کے آیت تو کجا ایک حرف کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔

میری علماے کرام سے گزارش ہے کہ حاملینِ صلیب کی اس قسم کی حرکتوں کا منہ توڑ جواب دیں۔ کل قیامت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بارے میں پوچھ لیا تو ہم اس کا کیا جواب دیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی قرآن کی حفاظت کرنے والا ہے اور ان دشمنانِ قرآن کی تمام کاوشیں رائیگاں جائیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز لیکن اللہ نے اپنے قرآن کریم کی حفاظت کا کام اپنے نیک بندوں سے ہی لینا ہے اور مبارک ومقدس ہیں وہ نفوس جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے روز قیامت تک اپنے حفاظتِ قرآن کو وعدے کو پورا کرنا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

عیسائیت اور اسلام

ڈاکٹر ساجد اسد اللہ☆

برِصغیر میں اوّلین معمارِ کلیسا کون؟ ایک جائزہ

'اَکال الامم' سے موسوم ہندومت کی سرزمین برصغیر پاک و ہند میں مسیحیت کی تاریخ کافی قدیم ہے، تاہم اس کی یہاں پر ابتدا کا تعین مشکل امر ہے۔[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں کوئی بھی باوثوق اور مستند تاریخی مصادر و مآخذ دستیاب نہیں جن سے ہندوستان میں عیسائیت کی ابتدائی آمد اور اوّلین بانی کلیسا کا قطعی تعین ہو سکے۔[2] تاہم مختلف فیہ آرا ـــــ جن کی حیثیت محض دعویٰ کی ہی ہے ـــــ میں ذیل کی مقدس ہستیوں کی آمد کو برصغیر میں مسیحیت کے ابتدائی نقوش گردانا گیا ہے:

❶ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ❷ سیدنا مریم علیہا السلام

❸ برتلمائی حواری سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ❹ توما حواری سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

❶ سیدنا عیسیٰ ابن مریمؑ کی ہندوستان آمد کا دعویٰ

مسیحی عقیدہ کے مطابق ابن اللہ ٹھہرائے جانے والے حضرت عیسیٰ کو ان کے عہد کی یہودی مذہبی عدالت سینھڈرین (Sanhedrin) نے جھوٹا نبی قرار دے کر موت کی سزا تجویز کی[3] اور آپ کو مصلوب کر دیا گیا۔ تدفین کے تیسرے دن آپ کی قبر کھلی ہوئی اور خالی نظر آئی۔ بعد ازاں مختلف جگہوں پر حواریوں اور پیروکاروں کے سامنے آپ کا ظہور ہوا (جن کی تعداد مختلف فیہ ہے)۔ انجیلی روایت کے مطابق آپ چالیس روز کے بعد اپنے شاگردوں کو برکت دیتے ہوئے آسمانوں پر اُٹھا لیے گئے۔ اس وقت سے آپ خدائے قادر و مطلق کی دائیں جانب عرش پر تشریف فرما ہیں۔[4]

جب کہ جمہور اسلامی عقیدہ کے مطابق آپ تیس برس کی عمر میں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے۔ (یہودی عقیدۂ قتل اور مسیحی عقیدۂ تصلیب کے برعکس) ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾

☆ لیکچرار گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، سمندری (فیصل آباد)

www.KitaboSunnat.com

(النساء:۱۵۷) ''نہ تو آپ کو قتل کیا گیا اور نہ ہی آپ مصلوب ہوئے، بلکہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ (النساء:۱۵۸) کے مطابق آپ کو جسمانی طور پر زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا گیا اور ﴿وَاِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ (الزخرف:۶۱) کے مطابق قیامت سے قبل آپ کی آمدِ ثانی ہوگی۔[۵]

اس جمہور مسلم عقیدہ ـــ جو قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے ـــ کے برعکس، ایک متاخر رائے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ بچ نکلنے کے بعد[۶] یروشلم سے ہجرت کر گئے اور ترکی، مشرقی یورپ (ممکنہ حد تک) انگلینڈ، ایران، افغانستان اور نیپال کا سولہ برس پر محیط سفر طے کرتے ہوئے ہندوستان آن وارد ہوئے[۷] اور یوزآسف[۸] کے نام سے کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ یہیں شادی[۹] کرنے کے بعد ۱۲۰[۱۰] سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی قبر سرینگر کے علاقہ روضہ بل[۱۱] میں ہے۔[۱۲] یہاں لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے کے حوالے سے آپ سے بعض تعلیمات منسوب کی جاتی ہیں جو کہ متداول انجیل کے سوا ہیں۔ ایک روسی سیاح اور مسیحی عالم نکولس نوٹو وچ (Nicolas Notovich) ۱۸۸۷ء میں سفر کشمیر کے بعد اپنی تصنیف The Unknown Life of Christ میں پہلی بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر میں مفروضہ آمد اور ان سے منسوب ہندوستانی انجیل کا معاملہ منظر عام پر لایا۔[۱۳] یہاں پر آپ کی تعلیمات کو 'ہندی انجیل' کے نام سے پیش کیا جاتا ہے جسے پیام شاہجہان پوری نے اپنی تحقیق کے ساتھ 'مسیح کی ہندی انجیل' کے نام سے اُردو میں شائع کیا ہے۔[۱۴]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مزعومہ کشمیر آمد کے اس مفروضہ کو ہندوستان میں سب سے زیادہ شد و مد کے ساتھ بانی جماعتِ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵۔۱۹۰۸ء) نے اُچھالا اور اس موضوع پر ۱۸۹۹ء میں ایک مستقل تصنیف 'مسیح؛ ہندوستان میں' لکھی، جو کہ قادیان سے ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔[۱۵] اس کے علاوہ بھی بہت لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر آمد کے حوالے سے قلم اُٹھایا۔ تاہم یہ مفروضہ تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہیں اُترتا اور اسے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اہل کلیسا کے ہاں بھی پذیرائی حاصل نہ ہوسکی۔

سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی جاپان آمد کا دعویٰ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان مختلف فیہ دعووں کے ضمن میں ایک دلچسپ روایت

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی ہے کہ آپ ہندوستان ٹھہرنے کی بجائے یہاں سے جاپان تشریف لے گئے تھے۔

Jheaoouba Prophecy [16] نامی کتاب کے مطابق ۱۹۳۵ء میں Kiyomara Takeuchi نامی شخص کو جاپانی علاقہ Ibarah سے ۱۹۰۰ سال قدیم ایک دستاویز ملی۔[17] اس دستاویز کے مطابق حضرت عیسیٰ نے چودہ سال کی عمر میں اپنے والدین کو چھوڑا اور اپنے ۱۲ سالہ بھائی Ouriki کو لے کر برما، ہند اور چین کی طرف عازمِ سفر ہوئے۔ پھرتے پھراتے ۵۰ سال کی عمر میں اتفاقاً جاپان آ نکلے جہاں مزید ۴۵ سال قیام کیا اور یہاں شادی کے بعد تین بچیوں کے باپ بنے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جاپانی علاقہ Amori کے گاؤں Herai میں وفات پائی اور یہیں آپ کا مزار ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ آپ کے بھائی Ouriki کی بھی قبر ہے۔[18]

❷ حضرت مریم علیہا السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق کوئی باوثوق مسیحی روایت نہیں ملتی کہ وہ واقعہ تصلیب کے بعد کہاں تشریف لے گئیں۔ اس بارے میں مستند کلیسائی روایات اور تاریخ کے اَوراق مکمل طور پر خاموش ہیں۔ عام طور پر باور کیا جاتا ہے کہ آپ نے یروشلم میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئیں۔ ہندوستان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی متذکرہ روایت میں بطور تائیدی استشہاد یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ آپ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس مزعومہ سفر ہند میں ان کے ہمراہ تھیں اور کشمیر جاتے ہوئے راستے میں مری کے مقام پر وفات پا گئیں۔ اس دعویٰ کے مطابق انگریزوں کی طرف سے ۱۸۵۰ء میں بسائے جانے والی اس جگہ کا نام مری آپ کی نسبت سے پڑا ہے۔ یہ مریم سے میری (Mary) اور پھر مری بن گیا۔ یہاں پنڈی پوائنٹ کے مقام پر ایک قبر آپ سے منسوب ہے، جسے مقامی طور پر 'مائی مری دا آستانہ' کہا جاتا ہے۔[19]

Uzanne Merie Olsson نامی خاتون نے اپنی کتاب Jesus the King of Kashmir میں اس قبر کو حضرت مریم علیہا السلام کی قبر قرار دیتے ہوئے اس کی تفصیل اور تصاویر بھی شائع کی ہیں۔[20] راقم الحروف نے بچشم خود اس جگہ کا معائنہ کیا ہے۔ البتہ اسے

www.KitaboSunnat.com

ٹھوس تاریخی شہادتوں کے بغیر محض قیاسات سے حضرت مریم علیہا السلام کی قبر قرار دینا غلو وتعلّی کے سوا کچھ نہیں۔

یہ بات مدنظر رہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی قبر کا دعویٰ بیت المقدس کی بجائے صرف یہاں مری میں ہی نہیں کیا جاتا بلکہ مختلف دعوؤں میں ترکی، فرانس اور بعض کے نزدیک انگلینڈ تک میں فرضی قبریں حضرت مریم کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔[۴۱]

ان زبانی یا سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات کو ثابت کرنا انتہائی مشکل امر ہے۔علم تاریخ کے جدید رجحانات میں سے آج کل 'اَورل ہسٹری' (Oral History) یعنی 'معاشرے میں رواج پانے والی زبانی تاریخ' کو قبول کرنے کے بارے بحثیں جاری ہیں۔ مذکورہ بالا شاذ روایات بھی اس تناظر میں بیان کی گئی ہیں۔

❸ برتلمائی حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہند آمد کی روایت

برصغیر کی تاریخ مسیحیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری برتلمائی کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔اس روایت کے مطابق وہ ہندوستان میں مالا بار یا بمبئی کے پاس کلیان میں سے کسی جگہ آئے۔[۴۲] اُنہوں نے یہاں مسیحیت کی تبلیغ کی اور جاتے ہوئے انجیل متی کا ایک آرامی نسخہ چھوڑ گئے۔[۴۳]

معروف مستشرق پادری الفانسو منگانا اور دیگر مسیحی مؤرخین اس روایت کی تردید کرتے ہیں۔ان کے مطابق برتلمائی موجودہ ہندوستان نہیں بلکہ یمن کے علاقہ میں آیا تھا، کیونکہ اس دور میں جغرافیائی طور پر ہندوستان سے مراد موجودہ ہند نہیں بلکہ بقول پادری برکت اللہ ''لفظ ہندوستان کا کوئی خاص مفہوم متعین نہیں تھا۔افریقہ کے مشرقی ساحل سے جاپان تک کے خطہ زمین کو بعض اوقات ہندوستان'' کہا جاتا تھا۔[۴۴]

اس کے برعکس معروف مسلم تاریخ دان ابن خلدون (م ۱۴۰۶ھ) کے مطابق اسے عرب اور حجاز کے علاقہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔

"إن برتلمائي بعث إلى الأرض العرب والحجاز"[۴۵]

''برتلمائی رسول کو عرب اور حجاز کی سرزمین کی طرف بھیجا گیا۔''

www.KitaboSunnat.com

مسیحی مؤرخین ہندوستانی کلیسا کی برتلمائی رسول کی آمد پر بنیاد رکھنے سے احتراز کرتے ہیں۔

❹ توما حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہندآمد کی روایت

مذکورہ بالا تمام بیانات کے برعکس مسیحی مؤرخین کی طرف سے ہندوستان میں مسیحیت کے اوّلین نقوش کے ضمن میں سب سے زیادہ شدومد کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری توما کا نام لیا جاتا ہے۔توما نامی اس حواری کا اصل نام یہودا تھا، جس کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توما بمعنی توام رکھا۔[۴۳] اس کی طرف پانچ جعلی (اپوکریفا) کتب بھی منسوب ہیں۔[۴۴] اکثر مسیحی تاریخی مآخذ میں ہندوستانی کلیسا کی خشتِ اوّل توما حواری کی یہاں آمد کی روایت پر رکھی گئی ہے، اس لئے اس کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

توما حواری کی ہندوستان آمد کی بنیاد 'توما کے اعمال' نامی کتاب میں مذکور اُسطورہ پر رکھی گئی ہے۔خود مسیحی حلقوں میں اس کتاب پر نقد کرتے ہوئے اسے جعلی، بدعتی، تخیلاتی، وضعی، غیر معتبر وغیر ثقہ، افسانوی حیثیت کی حامل اور غلطیوں سے بھرمار گردانا گیا ہے۔[۴۵]

'توما کے اَعمال' نامی اس کتاب میں مذکور قصہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے بعد ان کے حواریوں کو تمام دنیا میں تبلیغ کی ذمہ داری سونپی گئی تو ہندوستان میں تبلیغ کی ذمہ داری توما حواری کے حصہ آئی، جس سے اُنہوں نے پہلوتہی کی کوشش کی اور اپنے خدشات کا اظہار کیا کہ میں ایک نحیف وضعیف جسم کا مالک کمزور شخص اور صرف عبرانی جاننے والا ہوں، میں ہندوستانیوں میں کیسے سچائی کی تبلیغ کروں گا، لیکن رات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے سامنے ظاہر ہوئے اور اسے ہند جانے کا حکم دیا۔ اس وقت اتفاقاً یروشلم میں ہندوستان کے راجہ گونڈوفاس کی طرف سے 'ہبن' نامی تاجر کسی ماہر معمار کو ہندوستان لے جانے کے لیے آیا ہوا تھا۔حضرت عیسیٰ اس کے سامنے ظاہر ہوئے اور توما کو اپنا غلام ظاہر کرتے ہوئے اسے ڈیڑھ سیر چاندی کے عوض بیچ دیا۔اس فروخت کی رسید ان الفاظ میں درج کی گئی ہے۔

باعث تحریر آنکہ: میں اپنا ایک خادم مسمّی توما جو فلسطین کا باشندہ ہے، بھارت کے راجہ گنڈو فاس کے لیے بوساطت مسمی ہبن سوداگر فروخت کرتا ہوں۔

www.KitaboSunnat.com

فروخت کنندہ: یسوع پسر یوسف نجار سکنہ ناصرت ملک فلسطینی [۲۹]

توما کو خرید کر ہین اسکندریہ کے بحری راستے سے ہندوستان روانہ ہوا اور غالباً بھادوں (بکرمی جیت، تقویمی ماہ) میں اَٹک پہنچ کر وہاں سے چالیس میل جنوب مشرق میں ٹیکسلا راجہ گونڈوفاس کے پاس پہنچ گیا۔ راجہ مذکور نے توما کو ایک عالی شان محل تعمیر کرنے کی ذمہ داری سونپی اور اس کے لیے رقم بھی توما کے حوالے کر دی، اس نے وہ رقم غربا میں تقسیم کر دی۔ راجہ نے اس پر غضب ناک ہو کر اسے قید کر دیا تاکہ اسے آگ میں زندہ جلا دیا جائے۔ اتفاقاً اسی رات راجہ کا بھائی فوت ہو گیا اور مرنے کے بعد اس نے ایک عالی شان محل دیکھا جو توما نے اس کے بھائی کے لیے تعمیر کیا تھا (غربا میں دولت تقسیم کرنے کے بدلے میں یہ محل بنایا گیا تھا) اس میت نے دوبارہ زندہ ہو کر راجہ کو تمام قصہ سنایا تو راجہ اور اس کی تمام رعایا نے عیسائیت قبول کر لی۔

یہ واقعہ ۴۸ء میں پیش آنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں جنوبی ہند سے توما کے پاس سفور نامی ایک قاصد کی آمد کا تذکرہ ہے جسے مائلا پور کے مزدے راجہ نے بھیجا تھا۔ توما اس کے ساتھ ہولیا اور جا کر راجہ کی بیوی اور اس کی بیٹی سے بدروحوں کو نکالا۔ اس پر مزدے کے شاہی خاندان نے مسیحیت قبول کر لی۔ راجہ اس کی شہرت اور مقبولیت سے خائف ہو گیا اور اس نے سازش کے ذریعے شہر سے دور ایک پہاڑی پر لے جا کر اسے قتل کرنے کا کہا۔ راجہ کے سپاہیوں نے اسے پہاڑی پر لے جا کر بھالوں سے قتل کر دیا۔ مدراس کے اس مقام پر دوسری یا تیسری صدی کے آغاز میں 'ویرتوما' یعنی توما کی خانقاہ بنا دی گئی۔ [۳۰]

دوسری اور تیسری صدی میں مختلف مقامات کے کلیساؤں میں مسیحی مشاہیر کے مزاروں پر جانا ایک عام بات تھی۔ جن میں کچھ مقدسین کے مزار زیادہ اہمیت کے حامل تھے۔ جیسے انطاکیہ شہر میں بشپ اگنیشس (۱۲۰ء) کی ہڈیاں لا کر دفنا دی گئیں تھیں اور وہاں اس کا 'روزِ ولادت' منایا جاتا، اسی طرح سمرنا کے کلیسا کے مقتول بشپ پولی کارپ کی ہڈیاں سمرنا میں دفن تھیں جہاں اس کا عرس منایا جاتا۔ اڑیسہ کے کلیسا کے اردگرد ان مزاروں کی موجودگی میں اس کے نمائندے مائلا پور میں توما کے عرس میں شریک ہوتے۔ اڑیسہ کے کلیسا کی یہ بڑی خواہش تھی کہ

www.KitaboSunnat.com

مقدس توما حواری کی ہڈیاں یہاں لا کر اس کا عرس منایا جائے۔ چنانچہ کلیسا کے چند شرکا میں مائلا پور پہنچے اور رات کی خاموشی میں مزار کھود کر یہاں سے باقیات اپنے ساتھ اڑیسہ لے گئے۔ یہ ہڈیاں اگست کو اڑیسہ پہنچیں اور وہاں دفنا دی گئیں۔ جہاں سے اٹلی کے شہر اورٹونا کے کیتھڈرل میں منتقل کر دی گئیں۔

یہاں لاش اور ہڈیوں کی کہانی سے قطع نظر، تاریخ کا ایک اہم پیغام پنہاں ہے کہ جو شکست خوردہ قوم تنزل کا شکار ہوتی ہے تو مایوسی کے عالم میں وہ اسلاف کی پرستش وتعظیم میں لگ جاتی ہے یا پھر ان کی استخوان فروشی میں۔

یہ روایت خام خیال فرضی قصہ پر مبنی ہے یا اس میں کوئی حقیقت بھی ہے؟ اس سے قطع نظر اگر واقعتاً تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ حواری توما پہلی صدی میں ہندوستان آئے تھے تو یہ اہل ہند کی خوش بختی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نازل شدہ پیغامِ الٰہی اصلی اور غیر محرف شکل میں 'عالی سند' کے ساتھ یہاں پہنچ گیا، لیکن اس کا انحصار مذکورہ روایت کے صحیح ثابت ہونے پر ہے، نہ کہ عقیدت اور احساسِ تفاخر کے جوش میں اس قصہ کو حقیقت قرار دیتے ہوئے اسے بنیاد بنا کر اس پر خوش خیالی اور شاندار منظر کشی سے کلیسائے ہند کی عالی شان عمارت تعمیر کرنے پر۔

مذکورہ بالا روایت مذکور چند دیگر اُمور کا تحلیلی جائزہ لینے سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

- گونڈوفاس بادشاہ اُنیسویں صدی تک گمنام رہا۔ ۱۸۷۵ء میں پشاور سے ۲۸ کلو میٹر دور تخت بائی کی پہاڑی پر چھ سطروں پر مشتمل ۱۴۱۷ء کا کتبہ ملا جس میں بادشاہ گونڈوفاس لکھا پایا گیا۔ سوال یہ ہے کہ تاریخ جو ایک عہد کی جزئیات تک محفوظ کر لیتی ہے، اس کتبہ سے قبل مذکور بادشاہ، اس کے خاندان اور اس کے عہد میں ٹیکسلا کے تذکرہ سے یکسر بے نیازی دکھا رہی ہے اور ہم صرف 'توما کے اعمال' نامی ایک فرضی اور تخیلاتی کردار کی حامل داستان سے اس بادشاہ کے کردار کو لے کر اس پر تاریخ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔
- قدیم ٹیکسلا میں مسیحیت سے متعلقہ کوئی تاریخی یا ثقافتی آثار نہیں ملتے۔ مذہبی حوالے سے بھی ۱۹۳۵ء تک یہاں کی وادیاں کوئی شواہد پیش نہیں کرتیں تا آنکہ ٹیکسلا کے قریب

www.KitaboSunnat.com

سرکاپ کے کھنڈرات میں ایک کسان کو ہل چلاتے ہوئے ایک صلیب نظر آئی جسے مارشل نامی انگریز نے لے لیا۔ اس صلیب سے فرض کر لیا گیا کہ یہ پہلی صدی کی ہے اور یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اس علاقے میں مسیحی کلیسا پہلی صدی سے رائج ہے۔ یہ صلیب اس وقت ٹیکسلا کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ اس صلیب کا جدید سائنسی آلات کی روشنی میں میٹرولوجی تجزیہ کیا جاسکتا ہے جس سے اس کی قدامت کا تعین ہوسکتا ہے کہ کیا واقعی یہ پہلی صدی کی صلیب ہے۔ نیز یہ بھی اَمر مسلمہ ہے کہ صلیب کی علامت قبل مسیح کئی مذاہب کا شعار تھی۔ نجانے یہ کس مذہب کی باقیات سے متعلق ہو۔

- تاجر ہین عام بحری راستے سے ہٹ کر ایک معمار کی تلاش میں یروشلم کیسے جا پہنچا۔ کیا اس دور میں شمالی ہندوستان اور یروشلم کے درمیان کوئی تجارتی رابطے تھے بھی یا نہیں؟ پھر اس سے بھی اہم بات کہ اتنی دور جا کر ہین کسی معمار کی بجائے ایک ایسے شخص کو کیونکر خرید لیتا ہے جو اپنے آپ کو بڑھئی ظاہر کرتا ہے اور کاشتکاری کے لیے ہل جوئے نیز کشتیاں اور اس کے پتوار بنانے کا ماہر بتاتا ہے۔ جب کہ مستند مسیحی تاریخی ماخذ اسے ایک بڑھئی کی بجائے مچھیرا ظاہر کرتے ہیں جو جال بنانے اور مچھلیاں پکڑنے کا ماہر ہے۔
- گونڈوفاس کی مجہول شخصیت کے حوالے سے بھی بعض سوالات سامنے آتے ہیں۔ بعض کے نزدیک وہ مسیحی مذہب کا علم بردار ہو گیا تھا اور اس نے اپنی مملکت میں مسیحی مذہب عام کر دیا تھا اور جبکہ دوسری رائے کے مطابق وہ مسیحی نہیں بنا، لیکن مسیحیت کو رواداری عزت اور ہمدردی کی نگاہ سے دیکھتا تھا، نیز اس کے مسیحی ہونے کے بھی سال وایام متضاد بتائے جاتے ہیں ایک میں اگر ۴۸ء ہے تو دوسری میں ۶۱ء۔
- ٹیکسلا سے مسیحی روایت کا رخ جنوبی ہند میں مالا بار اور کورومنڈل کے ساحلی علاقوں کی طرف مڑ جاتا ہے۔ توما کے ذکر پر مشتمل مقامی دہقانی گیتوں کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ توما حواری نے اُنہیں مسیحی بنایا۔ توما کے ذکر پر مبنی مالم زبان میں ساڑھے چار سو اشعار پر مشتمل ٹامس رمبان نامی مجموعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''جب ہم ٹامس رمبان کے مجموعہ کو پڑھتے ہیں تو اس میں ہم چند ایک باتیں دیکھتے ہیں جن کی وجہ سے تمام مجموعہ تاریخی نکتہ نگاہ سے مشکوک ہو جاتا ہے۔مثلاً 'توما کے اعمال' کی اندراپولس کی حکایت کو لے کر کہا گیا ہے کہ یہ کرنگا نور میں واقع ہوئیں۔ٹیکسلا میں محل بنانے کی حکایت لے کر کہا گیا کہ یہ باتیں مائلا پور میں واقع ہوئیں، حالانکہ دونوں مقامات میں قریبا ڈیڑھ ہزار میل کا فاصلہ ہے۔علیٰ ہذا القیاس جنوبی ہند کے تمام گیت اور مجموعے 'توما کے اعمال' کی تمام حکایت کو شمال مغربی ہندوستان سے ألف لیلة کے چراغ کی مدد سے جنوبی ہندوستان لانتقل کر دیتے ہیں۔''[۳۱]

- جنوبی ہند میں توما کی آمد کے تعین میں خاصا اختلاف ہے۔اس کی آمد دسمبر ۵۰ء، ۵۲ء، ۶۵ء یا ۷۲ء بتائی جاتی ہے۔
- اس روایت میں جنوبی ہند میں لوگوں کے معروف مستعمل ناموں میں سے ایک بھی نام نہیں ملتا۔ملکہ کا نام لاطینی (طری پطیہ)،ملکہ کی خادمہ (سن ٹیکسس)، بادشاہ کے رشتہ دار (کارٹیس، سمفورس، گدونیہ) یونانی اور باقی تمام ایرانی اور سامی ہیں۔ممکن ہے مصنف کا خیال ہو کہ چونکہ شاہ گونڈافاس کی ریاست میں ایرانی، سامی یونانی لوگ بستے تھے لہٰذا تمام ہندوستان میں اِنہی ناموں کے لوگ رہتے ہوں گے،لیکن یہ اسما ضعفِ روایت پر دلالت کرتے ہیں۔نیز تادمِ تحریر تاریخ اور آثارِ قدیمہ ہر دو میں بادشاہ 'مزدئے' مجہول الاسم ہے۔[۳۲]
- یہ روایت ایک اور پہلو سے بھی مشکوک ہے کہ بادشاہ مزدئے اپنے بیٹے کی شفا کی خاطر مبارک ہڈیاں لینے گیا تو اُنہیں قبر میں نہ پایا۔یہ سوال ضرور اٹھتا ہے کہ آیا عہدِ مذکور میں ہندوستان میں قبور سے ہڈیاں لینے کا رواج بھی تھا، کیونکہ ہندو مذہب میں تو مردوں کو جلانے کا رواج تھا۔ایک ہندو راجہ کیسے ہڈیوں کو لینے آن پہنچا جب ان کے ہاں ہڈیوں سے شفا کا تصور ہی نہ تھا اور دوسری طرف مسیحی عموماً مردوں کی ہڈیوں سے برکت یا شفا حاصل کرتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ اس مقام سے سالہا سال بعد مقدس ہڈیاں اڑیسہ منتقل کی گئیں تھیں۔[۳۳]

www.KitaboSunnat.com

◉ توما کی موت کے متعلق بھی متضاد آرا ہیں۔ ایک رائے کہ وہ راجہ کے سپاہیوں کے ہاتھوں قتل ہوا اور دوسری یہ کہ مالا بار کے کالی دیوی کے مندر کے پاس پروہتوں کے اصرار کے باوجود توما نے کالی دیوی کو دیوتا ماننے اور چڑھاوا چڑھانے سے انکار دیا جس کے نتیجہ میں مندر کے پجاریوں نے توما کو مار ڈالا۔ تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ توما جنگل میں مور کا شکار کرتے شکاریوں کے تیر سے مرا۔[۳۳]

◉ خود مسیحی مؤرخین ہی توما کے مقتول ہونے کی نفی کرتے ہیں:

''ہیرکلون ایک قدیم مصنف کا قول کلیمنٹ (۲۰۰ء) نے نقل کیا ہے لکھتا ہے کہ تھامس (توما رسول) شہید ہوا ہی نہیں۔''[۳۴]

◉ اس سے قطع نظر توما رسول کے برازیل (لاطینی امریکہ) جانے کا دعویٰ بھی پایا جاتا ہے۔[۳۵]

◉ ولیم جی ینگ کے بقول:

"یوسی بس (Eusebius) مؤرخ نے قریباً ۳۲۵ء میں لکھا کہ توما رسول کو مسیح نے پارتھیہ بھیجا۔ ہوسکتا ہے کہ یوسی بس نے اورغین سے اقتباس لیا ہو، اور یہ شہادت قریباً ۲۲۵ء کی ہو۔''[۳۶]

چونکہ ہندوستانی کلیسا کی بنیاد توما رسول پر رکھی جاتی ہے، اس لیے ان کی آمدِ ہند کی روایت کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ناکافی تاریخی معلومات اور شواہد کی بنا پر توما کو ہندوستانی کلیسا کا بانی ثابت کرنا مشکل امر ہے۔ چنانچہ اسٹیفن نیل اس 'بھاری پتھر' کو یہ کہہ کر رکھ دیتا ہے کہ

"There is really no evidence in favour of the foundation of Indian Christianity by Thomas expect the persistent strength of the tradition .unless further archaeological evidence confirms the tradition , the critical historian must leave the matter with the simple We Do Not Know"

اس سب کے برعکس دوسری صدی عیسوی میں توما نامی ایک شخص کا مبہم تذکرہ ملتا ہے جو اس وقت مروّجہ غالب مسیحی عقائد کی بجائے 'بدعتی عقائد' کا حامل تھا اور اس نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ سترھویں صدی کے معروف مستشرق ڈاکٹر برنل کے مطابق یہی وہ توما تھا جو سب سے پہلے ہندوستان میں مسیحی عقائد لے کر آیا تھا، نہ کہ پہلی صدی کا توما رسول:

www.KitaboSunnat.com

"This must be the Thomas who first brought Christianity to India"[۳۸]

ان معروضات سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ کلیسا ہند کی بنیاد نہ تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں پڑی، نہ ہی ان کے شاگردوں کے۔ بلکہ دوسری صدی میں کسی توما نامی مجہول الحال آدمی کی ہندوستان آمد پر کلیسا کی بنیاد ہے۔

حوالہ جات

① ''گو ہندوستان میں مسیحی تاریخ کی ابتدا کا سراغ لگانا کچھ آسان نہیں، تاہم یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ہندوستان میں مسیحی تاریخ بہت پرانی ہے''۔ ولیم بارکلے، یسوع کے حواری (مترجم: فادر رفیق مائیکل) (کیتھک ٹیکل سنٹر ۱۰۴، موہن ٹیرس، بارا اسٹریٹ، صدر کراچی، ۱۹۸۴ء، ص ۶۳)

② Encyclopedia Britannica, (London 1970),Vol.22, p.228

③ اس عدالتی حکم کی تفصیلات اناجیل میں مرقوم نہیں۔ میں قدیم رومی سلطنت کے علاقہ اقیلا (Aqulia)، جو موجودہ نیپلز (اٹلی) کا حصہ ہے، میں کھدائی کرتے ہوئے فرانسیسی ماہرین کو ایک لوح ملی جس پر قدیم عبرانی زبان میں کلمات کندہ تھے۔ ماہرین نے اسے حضرت عیسیٰ کی موت کا عدالتی پروانہ گردانا ہے جس کے مضمون کے مطابق 'پنطس پیلاطوس' حاکم گلیل زیریں یہ حکم جاری کرتا ہے کہ ناصرت کے یسوع کو اپنی موت تک صلیب پر لٹکنا ہوگا..... اس نے غلط نبوت کرتے ہوئے خود کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔'' "(The Crucifixion by An Eye Witness, (Indo American Book Company, Chicago1911, p10)

④ لوقا (۲۲:۶۶)، متی (۲۷:۳۲، ۴۶، ۴۷)، مرقس (۱۵:۱۶ تا ۲۶) ، لوقا (۲۳:۲۶ تا ۳۸)، یوحنا (۱۹:۱ تا ۲۴)، متی (۲۷:۴۶)، مرقس (۱۵:۳۴)، لوقا (۲۳:۴۳ تا ۵۱، ۴۶:۱ تا ۶)، اعمال (۱ تا ۴) ایک نظم میں یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے۔ تڑکے وہ باندھے گئے، علی الصباح ان کو گالیاں دی گئیں، صبح ۹ بجے ان پر موت کا فتویٰ ہوا۔ ۱۲ بجے ان کو کیلوں سے صلیب پر جکڑا، ۱۲ بجے ان کی مبارک پسلی چھیدی گئی۔ شام کے وقت اُن کو صلیب سے اتارا اور رات کو وہ قبر میں مدفون ہوئے۔ (جے علی بخش، پادری، تفسیر قرآن (مرکنٹائل پریس، لاہور ۱۹۳۵ء، ص ۲۱)

⑤ تفسیر ابن کثیر: ۲۳۶/۷

⑥ ان روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جمعہ کے دن صلیب پر لٹکایا گیا۔ اگلے دن ہفتہ تھا اور یہودی عقائد کے مطابق سبت (ہفتے) کو پھانسی نہیں دی جاسکتی، چنانچہ آپ کو رات سے قبل اُتار لیا گیا۔ اس وقت آپ حقیقت میں زندہ تھے۔ آپ کے شاگردوں نے آپ کے زخموں پر ایک مرہم، جو آج بھی 'مرہم عیسیٰ' کے نام سے مشہور اور متداول ہے، لگائی تو آپ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ مرزا غلام احمد

www.KitaboSunnat.com

قادیانی (۱۸۳۵ء تا ۱۹۰۸ء) نے اس کے اجزا و ترکیب تک درج کرتے ہوئے اس مجوزہ مرہم کو الہامی قرار دیا۔ (مسیح ہندوستان میں از غلام احمد، ص ۵۷، مطبع انوارِ احمدیہ مشن پریس، قادیان ۱۹۰۸ء)

⑥ Holger Kersten, Jesus Lived in India, Element Book Ltd. Shaftsbury, England 1983. p.150

⑧ تاریخ کشمیر از محی الدین، مطبوعہ امرتسر، میں یوزآسف کے بارے بحث کرتے ہوئے اس کی سات ممکنہ حیثیتیں بیان کی گئی ہیں: ۱۔ یوزآسف ایک پیغمبر تھے۔ ۲۔ ایک شہزادے تھے۔ ۳۔ احفادِ موسیٰ میں سے تھے۔ ۴۔ امام باقر کی نسل میں سے تھے۔ ۵۔ مصر سے آمدہ ایک سفیر کا نام تھا۔ ۶۔ حضرت عیسیٰ کے خلیفہ تھے۔ ۷۔ بعینہٖ حضرت عیسیٰ روح اللہ تھے۔ (بحوالہ 'مسیح کی ہندی انجیل'، ص ۲۵ از پیام شاہجہان پوری، ادارہ تاریخ و تحقیق، لاہور ۱۹۹۴ء)

⑨ مسیح ہندوستان، ص ۱۴

⑩ ایضاً

⑪ کشمیری زبان میں روضہ بل کا مطلب ہے: 'پیغمبر کا روضہ'

⑫ کشمیر میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی نہیں بلکہ مختلف دعوؤں میں بانڈی پورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، ارہان میں حضرت ہارون اور تختِ سلیمان کے علاقہ میں حضرت سلیمان علیہم السلام کی مزعومہ قبور کا بھی دعویٰ کیا جاتا ہے۔

⑬ Holger Kersten , Jesus Lived in India, p.14

⑭ Ibid, p.15

⑮ اس کتاب کے مقدمہ میں مرزا صاحب نے اپنی مجوزہ تحقیق کی تفصیلات سمیت محتویات کو دس اَبواب میں شائع کرنے کا اعلان کیا تھا۔ (مقدمہ مسیح ہندوستان میں، ص ۱۸) جبکہ مطبوعہ کتاب صرف چار اَبواب پر مشتمل ہے، اس پر سن تالیف ۱۸۹۹ء درج ہے۔ مرزا صاحب کی وفات سے آٹھ سال قبل کی محررہ یہ تحقیق کسی اشاعت میں بھی ان کے دعویٰ کے مطابق دس ابواب میں شائع نہیں ہوئی۔

⑯ Michel Desmaquet, Jheaoouba Prophecy, Tohuma Shorten, Japan

⑰ جاپانی زبان میں محررہ یہ دستاویز اس وقت کی حکومت نے ممنوع قرار دے کر ٹوکیو میوزیم میں مقفل کر دی تھی جو دوسری جنگ عظیم کے دوران امریکی بمباری کی نذر ہوگئی۔ تاہم Takeuchi خاندان نے حکومتی تحویل سے قبل اس کی نقل تیار کر لی تھی جو حضرت عیسیٰ سے منسوب قبر کے ساتھ چھوٹے سے میوزیم میں موجود ہے۔

⑱ یہ ساری معلومات www.Jheaoouba.com/tomb.html سے لی گئی ہیں۔

⑲ اب اس جگہ پر پی ٹی وی ٹاور ہے۔ راقم نے وہاں ٹاور کے گرد خاردار تاروں کے متصل باہر زمین پر تقریباً

www.KitaboSunnat.com

ایک فٹ اونچی پتھروں کی گول منڈیر پائی جس کی شمالی سمت میں تقریباً تین فٹ اونچی لوحِ مزار جیسی دیوار ہے۔ دیوار اور اس منڈیر کے درمیان خاردار تار حائل ہے، اسے کسی طور بھی قبر نہیں کہا جاسکتا ہے۔

⑳ www.jesus-kashmir-tomb.com

㉑ www.jesus-kashmir-tomb.com

㉒ مقدس توما از والڈ، ایس این، ص ۱۶۷، عباسی لیتھو آرٹ پریس، کراچی ۱۹۷۷ء

㉓ اس روایت کا دارومدار یونانی نژاد مسیحی مبشر پینٹینس (۱۲۰ء) کی ہندوستان یاترا پر موقوف ہے جس کے مطابق وہ جن لوگوں کے پاس آیا تھا، وہ برتلمائی رسول کے پیروکار تھے۔ اس نے ان لوگوں سے مذکورہ نسخہ حاصل کیا اور اپنے ساتھ واپس (اسکندریہ) لے گیا۔ (صلیب کے ہراول از برکت اللہ پادری، دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی ۱۹۴۹ء، طبع اوّل: ص ۱۸) لیکن اسکے برعکس مولانا رحمت اللہ کیرانوی (م ۱۸۹۱ء) رقم طراز ہیں: ''یوسی بیس کہتا ہے کہ پینٹی نس جب انڈیا (حبش) میں آیا اور اس نے وہاں ایک نسخہ عبری متی کے انجیل کا پایا جو وہاں کے لوگوں کو برتلما حواری سے پہنچا تھا اور اس وقت سے ان کے پاس محفوظ تھا اور جیروم پینٹی نس اس نسخہ کو وہاں سے اسکندریہ میں لایا۔'' ازالۃ الشکوک از مولانا رحمت اللہ کیرانوی، انگلپانا یک اسٹریٹ نمبر ۱۵۶، مدراس ۱۲۸۸ھ، ج ۲/، ص ۱۲۹)

㉔ صلیب کے ہراول از برکت اللہ، ص ۲۲

㉕ ابن خلدون، تاریخ خلدون، (القاہرہ ۱۳۲۹ھ)، ج ۲/ص ۵۰؛ پال، سلطان محمد پادری، عربستان میں مسیحیت (پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، لاہور، بار اوّل ۱۹۴۵ء) ص ۱۴

㉖ توام یعنی جڑواں کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی ایک جڑواں بہن تھی جس کا نام لوسیاہ تھا۔ [توما ہند و پاک میں از یوسف مسیح یاد، ص ۲۰، پاکستان کرسچین رائٹرز گلڈز، پشاور، ۱۹۹۶] کچھ علما کا خیال ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کے بھائی یہودا تھے جن کا ذکر انجیل میں ہے۔ (مرقس ۶:۳، متی: ۱۲:۵۵)

㉗ انجیل توما، اعمال توما، انجیل طفولیتِ مسیح، مشاہداتِ توما، کتاب خانہ بدوشی توما (ازالۃ الشکوک: ۲/۲۳۰)

㉘ بشپ ولیم جی ینگ اپنی کتاب 'رسولوں کے نقش قدم پر' میں رقم طراز ہیں: ''یہ ایک بدعتی اور جعلی قصہ ہے جو کہ اڈیسہ میں ۱۸۰ اور ۲۳۰ء کے درمیان تحریر ہوا۔ اس کا مصنف ایک ناستک معلوم ہوتا ہے۔ اس میں بہت سی لغو اور بے بنیاد کہانیاں ہیں جو موجودہ شکل میں قابل اعتبار نہیں۔'' [رسولوں کے نقش قدم پر، ص ۳۹، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور ۱۹۹۸ء بار ششم] پادری برکت اللہ نے اس کے بارے تفصیلی بحث کی ہے اور بہت سے لوگوں کی آرا و نقد و تبصرہ نقل کیا ہے۔ ان کے بقول: ''توما کے اعمال' کے مصنف نے چند تاریخی ناموں اور معتبر روایتوں کو لے کر ایک فسانہ گھڑا ہے جس کے ذریعے وہ ایسے ناستک اور بدعتی خیالات کا پرچار کرنا چاہتا ہے..... اس کتاب کے مصنف کو نہ تاریخ سے دلچسپی ہے اور نہ جغرافیہ سے دل بستگی، بس اس کو ایک ہی دھن ہے کہ وہ ناستک خیالات کی مقدس توما کی زبان سے تبلیغ کروائے..... وہ

www.KitaboSunnat.com

بسا اوقات ایسی فاش غلطیاں کرتا ہے جو مبتدیوں سے بھی چھپی نہیں رہ سکتیں ..... یہ کتاب ایک ناول ہے جس میں صرف چند نام تاریخی اور دو ایک واقعات قابل اعتبار ہیں اور بس اس لحاظ سے وہ الف لیلہ کے قصوں کی مانند ہے جس میں خلیفہ ہارون الرشید، جعفر برمکی وغیرہ چند نام اور بغداد و موصل وغیرہ چند مقام تاریخی ہیں باقی کتاب محض افسانہ ہے۔اس کے مصنف نے عجیب خوش اعتقادیاں پیدا کر دی ہیں .....'توما کے اعمال' کی کتاب میں اور انجیلی مجموعہ کے 'رسولوں کے اعمال' کی کتاب میں زمین آسمان کا فرق ہے۔'توما کے اعمال' اس مصنف کے باطل خیالات اور اس کی قوتِ متخیلہ کی مرہون منت ہے..... پس لازم ہے کہ ہم اس کو ان معیاروں کی کسوٹی پر پرکھیں جو علم التاریخ نے سچ اور جھوٹ کی پہچان کے لیے مقرر کر رکھے ہیں۔ بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ کتاب 'مقدس توما کے اعمال' غلط ناستک تعلیم اور خارقِ عادت فضول قصوں سے بھری پڑی ہے تو گمان اور بھی غالب ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب از سرتا پا ایک افسانہ ہے جس میں صداقت کی جھلک بھی نہیں پائی جاتی۔ پچاس سال ہوئے مغرب کے علما اور مؤرخین اس نتیجہ پر متفق تھے کہ تاریخی لحاظ سے اس کتاب کی قیمت صفر سے بھی کم ہے۔'' [مقدس توما رسولِ ہند، ص ۲۶ تا ۳۶، پنجاب ریلیجیئس بک سوسائٹی، لاہور)

㉙ مقدس توما، ص ۵۶، توما ہندو پاک میں، ص ۷۰، اس رسید کی محتویات اور طرزِ تحریر دوسری صدی کی تحریروں سے میل نہیں کھاتے۔

㉚ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: برکت اللہ، مقدس توما رسولِ ہند؛ ایس این والڈ، مقدس توما

㉛ توما رسولِ ہند، ص ۸۱، ۸۲

㉜ ایضاً، ص ۸۷

㉝ ایضاً

㉞ Thomas P.Christians and Christianity in India and Pakistan, (London 1954), p. 17

㉟ قدیم تاریخ ہند از سمتھ، ونسٹ اے [مترجم: محمد جمیل الرحمٰن] ص ۳۶۸، دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۹۲۲ء)

㊱ American Ethnologist ,(From Tupa to the Land without evil: The Christianization of Tupi Guarani Cormology,(Vol. 14, No.1, p.127-128, 1987)

㊲ رسولوں کے نقشِ قدم پر، ص ۳۸

㊳ Keay ,F.E., History of Syrian Church in India, SPCK, Madrass 1938), p16

www.KitaboSunnat.com

www.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol.42 No.7
Monthly MUHADDIS Lahore
5866476
5866396

☜ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظرانداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے ——— زرِسالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700